بیلجیئم

اپریل، مئی ، جون 2023ء

انصار اللہ

مجلس انصار اللہ بیلجیئم کا تربیتی و علمی سہ ماہی مجلّہ

سیرت خلفائے راشدین 5

جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد 5

نیشنل و ریجنل سالانہ اجتماعات 5

سوانح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

وہ بزرگ باپ بیٹا جنہوں نے دعائیں کرتے ہوئے مکہ میں خدا کے پہلے گھر کی بنیاد رکھی تھی کہ وہ توحید کا مرکز بنے --------

5

عشقِ حقیقی و مجازی

اے بندہ پرور! عشق حقیقی اور عشق مجازی میں اتنا ہی فرق ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے۔ --------

5

بعد از صلیب کی زندگی کے آثار

اپنے قدیم وطن سوریہ کی یاد میں اشیری یا سوریہ نام کا شہر آباد کیا جو اب سری نگر ہے۔ --------

5

نحن انصار اللہ
MAJLIS ANSARULLAH BELGIUM

اداریہ

خلافت کی اطاعت سے ہی الٰہی نصرت ملتی ہے

سیّدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ خلافت کی اطاعت کی طرف جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

”۔۔۔وہی خدا جو اس وقت فوجوں کے ساتھ تائید کے لئے آیا آج میری مدد پر ہے اور اگر آج تم خلافت کی اطاعت کے نکتہ کو سمجھو تو تمہاری مدد کو بھی آئے گا۔ نصرت ہمیشہ اطاعت سے ملتی ہے جب تک خلافت قائم رہے نظامی اطاعت پر، اور جب خلافت مٹ جائے انفرادی اطاعت پر ایمان کی بنیاد ہوتی ہے“۔

(الفضل 4/ستمبر 1937ء)

خلافت کی اطاعت سے باہر ہونے والا نبی کی اطاعت سے باہر ہو جاتا ہے

حضور فرماتے ہیں:

”بیشک میں نبی نہیں ہوں لیکن میں نبوت کے قدموں پر اور اس کی جگہ پر کھڑا ہوں۔ ہر وہ شخص جو میری اطاعت سے باہر ہوتا ہے وہ یقیناً نبی کی اطاعت سے باہر ہوتا ہے۔۔۔ میری اطاعت اور فرمانبرداری میں خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے“۔

(الفضل 4/ستمبر 1937ء)

اطاعت رسول خلافت سے ہوتی ہے

فرمایا: ”اطاعت رسول بھی جس کا اس آیت میں ذکر ہے خلیفہ کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ رسول کی اطاعت کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ سب کو وحدت کے

رشتہ میں پرو یا جائے ۔ یوں تو صحابہؓ بھی نمازیں پڑھتے تھے اور آج کل کے مسلمان بھی نمازیں پڑھتے ہیں۔ صحابہؓ بھی حج کرتے تھے اور آج کل کے مسلمان بھی حج کرتے ہیں۔ پھر صحابہؓ اور آج کل کے مسلمانوں میں فرق کیا ہے؟ یہی کہ صحابہ میں ایک نظام کا تابع ہونے کی وجہ سے اطاعت کی روح حد کمال تک پہنچی ہوئی تھی چنانچہ رسول کریم ﷺ انہیں جب بھی کوئی حکم دیتے صحابہ اسی وقت اس پر عمل کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے لیکن یہ اطاعت کی روح آج کل کے مسلمانوں میں نہیں ۔۔۔ کیونکہ اطاعت کا مادہ نظام کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔ پس جب خلافت ہوگی، اطاعت رسول بھی ہوگی“۔

(تفسیر کبیر، سورہ نور صفحہ 369)

ہر قسم کی فضیلت امام کی اطاعت میں ہے

حضورؓ فرماتے ہیں: ”یاد رکھو ایمان کسی خاص چیز کا نام نہیں بلکہ ایمان نام ہے اس بات کا خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نمائندہ کی زبان سے جو بھی آواز بلند ہو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے ۔۔۔۔۔ ہزار دفعہ کوئی شخص کہے کہ میں مسیح موعود پر ایمان لاتا ہوں ۔ ہزار دفعہ کوئی کہے کہ میں احمدیت پر ایمان رکھتا ہوں۔ خدا کے حضور اس کے ان دعووں کی کوئی قیمت نہیں ہوگی جب تک وہ اس شخص کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دیتا۔ جس کے ذریعہ خدا اس زمانہ میں اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔ جب تک جماعت کا ہر شخص پاگلوں کی طرح اسکی اطاعت میں اپنی زندگی کا ہر لحہ بسر نہیں کرتا۔ اس وقت تک وہ کسی قسم کی فضیلت اور بڑائی کا حقدار نہیں ہو سکتا“۔

(الفضل 15/ نومبر 1946ء)

خلفاء ہی قرب الٰہی کے حصول میں مد ہیں

حضورؓ فرماتے ہیں: ”انبیاء اور خلفاء اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول میں مد ہوتے ہیں جیسے کمزور آدمی پہاڑ کی چڑھائی پر نہیں چڑھ سکتا تو سونٹے یا کھڈ سٹک کا سہارا لے کر چڑھتا ہے۔ اسی طرح انبیاء اور خلفاء لوگوں کے لئے سہارے ہیں۔ وہ دیواریں نہیں جنہوں نے الٰہی قرب کے راستوں کو روک رکھا ہے بلکہ وہ سونٹے اور سہارے ہیں جن کی مدد سے کمزور آدمی بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے“۔

(الفضل 11/ ستمبر 1937ء)

تمام برکات خلیفہ وقت سے تعلق کے نتیجہ میں مل سکتی ہیں

سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ فرماتے ہیں:

”جب تک بار بار ہم سے مشورے نہیں لیں گے اس وقت تک ان کے کام میں برکت پیدا نہیں ہو سکتی۔ آخر خدا نے ان کے ہاتھ میں سلسلہ کی باگ نہیں دی۔ میرے ہاتھ میں سلسلہ کی باگ دی ہے۔ انہیں خدا نے خلیفہ نہیں بنایا مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے اور جب خدا نے اپنی مرضی بتانی ہوتی ہے تو مجھے بتاتا ہے انہیں نہیں بتاتا۔ پس تم مرکز سے الگ ہو کر کیا کر سکتے ہو۔ جس کو خدا اپنی مرضی بتاتا ہے، جس پر خدا اپنے الہام نازل فرماتا ہے، جس کو خدا نے اس جماعت کا خلیفہ اور امام بنا دیا ہے اس سے مشورہ اور ہدایت حاصل کر کے تم کام کر سکتے ہو۔ اس سے جتنا تعلق رکھو گے اسی قدر تمہارے کاموں میں برکت پیدا ہوگی۔ ۔۔۔۔۔ وہی شخص سلسلہ کا مفید کام کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے۔ اگر کوئی وابستہ نہ رکھے تو خواہ وہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا کام بھی نہیں کر سکے گا جتنا بکری کا بکروٹا کر سکتا ہے“۔

(الفضل 20/ نومبر 1946ء)

خلفاء کا ادب و احترام ہی کامیابی کا ذریعہ ہے

فرمایا: ”شریعت وہ ہے جو قرآن کریم میں بیان ہے اور آداب وہ ہیں جو خلفاء کی زبان سے نکلیں۔ پس ضروری ہے کہ آپ لوگ ایک طرف تو شریعت کا احترام قائم کریں اور دوسری طرف خلفاء کا ادب و احترام قائم کریں اور یہی چیز ہے جو مومنوں کو کامیاب کرتی ہے“۔

(الفضل 4/ ستمبر 1937ء)

خلیفہ کی دعا ہی سب سے زیادہ قبول ہوتی ہے

حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصب خلافت پر سرفراز کرتا ہے تو اس کی دعاؤں کی قبولیت کو بڑھا دیتا ہے کیونکہ اگر اسکی دعائیں قبول نہ ہوں تو پھر اس کے اپنے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے ۔۔۔ میں جو دعا کروں گا وہ انشاء اللہ فرداً فرداً ہر شخص کی دعا سے زیادہ طاقت رکھے گی“۔

(منصب خلافت صفحہ 32)

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
1	ارشادِ باری تعالیٰ	5
2	قال الرسول اللہ ﷺ	6
3	کلام امام الزماں علیہ السلام	7
4	اسوۂ کامل:۔ سوانح حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ	8
5	سیرت المہدی۔ سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کی پاک سیرت سے انتخاب	10
6	سورۃ الفاتحہ کی تفسیر بیان فرمودہ حضرت مسیح موعودؑ	14
7	حکایت بیان فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام	16
8	قبولیت دعا کا ایک نشان۔ برکاتِ خلافت کے تبرکات	17
9	سیرت خلفائے راشدین از ذیشان محمود صاحب مربی سلسلہ احمدیہ	18
10	سیرت خلفائے احمدیت از ذیشان محمود صاحب مربی سلسلہ احمدیہ	20
11	سیرت صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ از شہریار اکبر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ	22
12	سیرت صحابہ کرام حضرت مسیح موعودؑ از شہریار اکبر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ	24
13	عشق حقیقی و مجازی از الف فضل صاحب مربی سلسلہ احمدیہ	26
14	شرائطِ بیعت اور ایک احمدی کی ذمہ داریاں از حافظ جہازیب قریشی صاحب	31
15	کُلُّ بَرَکَتِہٖ مِّنْ مُحَمَّدٍ از رحیق المختوم صاحب	33
16	مالی قربانی از روئے قرآن مجید از عثمان قمر صاحب	35
	انصاراللہ ڈائجسٹ	
17	جلسہ سالانہ کی اہمیت اور اغراض و مقاصد	38
18	بعد از صلیب حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کے آثار از ناصر شبیر صاحب	40
19	نکاح از عاطف وقاص صاحب	43
20	ماسٹر صاحب! میرا بیٹا فیل ہوکر نہ آئے از فرید یوسف صاحب	46
21	غزل: ”میں محبت ہوں مجھے سنبھال رکھو“ از کاشف ریحان خالد صاحب	47
22	پرواز۔ معروف مصنف شفیق الرحمٰن کی تحریر سے انتخاب از رفیق احمد ہاشمی صاحب	47
23	اے ذوالمنن شکر و سپاس۔ محمود احمد ناصر صاحب	48
24	مساعی انصاراللہ بیلجیئم:۔ رپورٹس مجالس برائے ریجنل و سالانہ اجتماعات	49

مجلسِ ادارت

مدیر: **کاشف ریحان خالد** (قائد اشاعت مجلس انصاراللہ بیلجیئم)

نگرانِ اعلیٰ: **وسیم احمد شیخ صاحب** (صدر انصاراللہ بیلجیئم)، **توصیف احمد صاحب** (مربی سلسلہ احمدیہ)

ڈیزائن و ترتیب: **ناصر شبیر صاحب** (زعیم انصاراللہ انٹورپن) ویب سائیٹ: **حافظ جہانزیب قریشی صاحب** (قائد تعلیم القرآن)

معاونین: **رفیق احمد ہاشمی صاحب۔ فرید یوسف صاحب۔**

www.ansarullah.be | ishaat@ansarullah.be | +32 484943446

ارشادِ باری تعالیٰ

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ص وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ط یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ط وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ۔

(سورۃ النور:56)

اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اُس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

(سورۃ النور:56)

حدیثِ نبوی ﷺ

”حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: تم میں نبوت قائم رہے گی۔ جب تک اللہ چاہے گا پھر وہ اس کو اٹھا لے گا۔ اور خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس کو بھی اٹھا لے گا۔ پھر بادشاہت قائم ہوگی ۔وہ رہے گی جب تک اللہ چاہے گا اور پھر خدا اُسے اُٹھا لے گا اور پھر اس کے بعد جبری بادشاہت قائم ہوگی۔ جب تک اللہ چاہے گا۔ اور پھر خدا اُس کو اُٹھا لے گا اس کے بعد پھر خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔ اور پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے“۔

(مسند احمد بن حنبل جلد دوم صفحہ 11 مسند ابی ہریرہ)

کلام امام الزمان علیہ السلام

”میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اَور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔“

فرمایا کہ ”... خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیاء ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔“

(خطبہ جمعہ 24 جنوری 1936ء۔ مندرجہ الفضل 31 جنوری 1936ء)

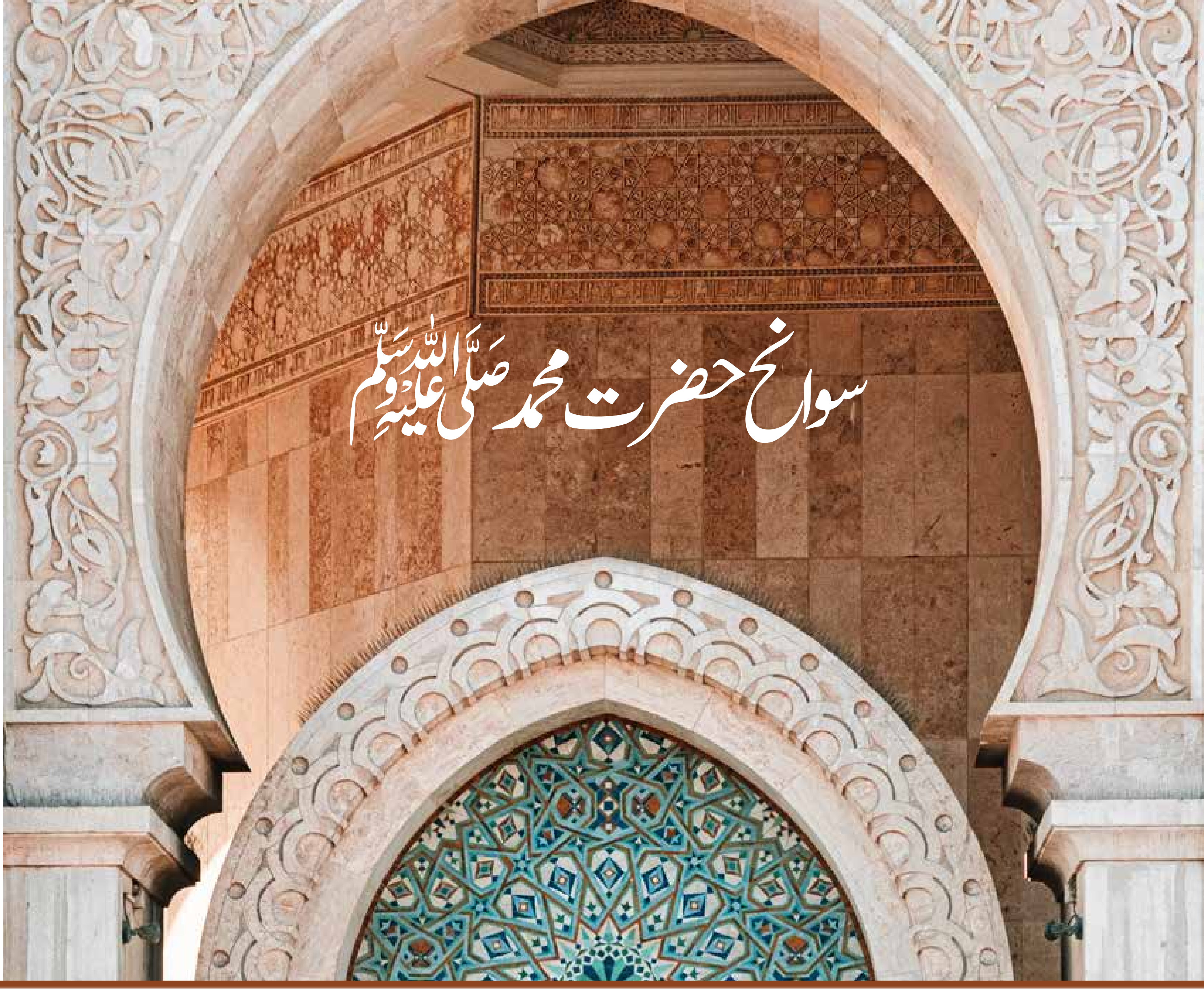

سوانح حضرت محمد صَلَّى اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم

عرب قبل از اسلام

عرب قبل از اسلام ہمارے آقا بانی اسلام حضرت محمد سے چھٹی صدی عیسوی میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر خاص اور گزشتہ پیشگوئیوں کے مطابق عرب کے جزیرہ نما ملک میں پیدا ہوئے۔ جو ہندوستان کے مغرب میں واقع ہے۔ اس زمانہ میں اہل عرب تمدنی دنیا سے الگ وحشیانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ شراب خوری، قمار بازی اور بدکاری عام تھی۔ عربوں کی جہالت اور بے جا ضد وتعصب کا یہ عالم تھا کہ ذرا سی بات پر تلواریں سونت لی جاتیں اور سالہا سال تک قبائل کے مابین دشمنی اور قتل وغارت کا سلسلہ جاری رہتا۔ مظلوم کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ عورت کی حالت عرب میں سب سے نازک تھی۔ ایک مرد جتنی بیویاں چاہتا، نکاح میں رکھتا۔ بعض قبائل تو لڑکی کو باعث ننگ و عار سمجھتے ہوئے زندہ درگور کر دیتے تھے۔ عورتوں کا حق وراثت اور دیگر حقوق پامال ہو رہے تھے۔ عرب کا مذہب بت پرستی تھا۔ ان میں توہم پرستی کی بناء پر کئی قبیح رسمیں رائج تھیں۔

معروف مصنف سر ولیم میور کا تبصرہ

”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جوانی کے زمانہ میں عرب ایک بندھی لکیر پر چلنے والے لوگ تھے۔ ملک کی حالت ہر قسم کے تغیر اور اصلاح کے سخت مخالف تھی بلکہ اس کی تاریخ میں شاید اس زمانہ سے بڑھ کر کوئی زمانہ نہیں گزرا جب اس کی اصلاح اس وقت سے زیادہ مشکل اور مایوس کن ہو۔۔۔۔بت پرستی اور بنو اسماعیل کے توہمانہ عقائد کا دریا ہر سمت سے جوش مارتا ہوا کعبہ کی دیواروں سے آکر ٹکراتا تھا۔“

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش

بحر و بر میں فساد اور تاریکی کے اس عالم میں سرزمین عرب میں ایک آفتاب طلوع ہوا۔ مکہ کے ایک معزز خاندان، قریش میں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت 9 ربیع الاول بمطابق 20 اپریل 571ء میں ہوئی۔ آپ کے والد عبداللہ بن عبد المطلب اور والدہ آمنہ بنت وہب تھیں۔ آپ کا شجرہ نسب اپنے جد امجد عدنان کے واسطہ سے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل تک پہنچتا ہے۔ وہ بزرگ باپ بیٹا جنہوں نے دعائیں کرتے ہوئے مکہ میں خدا کے پہلے گھر کی بنیاد رکھی تھی کہ وہ توحید کا مرکز بنے۔ مگر آنحضرت کی ولادت کے وقت وہ بتوں کا گہوارہ بن چکا تھا۔ آپ کی والدہ نے ایام حمل میں خواب میں دیکھا تھا کہ انکے وجود سے ایک چمکتا ہوا نور نکلا ہے جو دور دراز

تک پھیل گیا ہے۔ اور ایک فرشتہ ان سے کہتا ہے کہ اس ہونے والے بچے کا نام محمد رکھنا۔ آپ کے دادا عبدالمطلب نے اسی خواب کی بناء پر بچے کا نام محمد ﷺ رکھا۔ آپ کی پیدائش کے زمانہ میں آسمان پر غیر معمولی کثرت سے ستارے ٹوٹنے کا نشان بھی دیکھا گیا۔ آپ کی پشت کے بائیں جانب پیدائشی طور پر گوشت کے ابھرے ہوئے ایک ٹکڑے کا نشان تھا جو مہر نبوت کے نام سے معروف ہے۔

شقِ صدر کا لطیف کشفی نظارہ

شرفاء عرب کے دستور کے مطابق دودھ پلانے کے لئے حضرت محمد بنی سعد کی ایک دیہاتی دایہ حلیمہ کے سپرد کیے گئے۔ حسبِ دستور دو سال کے بعد وہ آپ کو مکہ واپس لے آئی۔ مگر ان دنوں مکہ کی آب و ہوا کچھ خراب تھی۔ چنانچہ آپ کی والدہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ اسکے سپرد کر دیا۔ چار سال کی عمر میں وہاں آپ کے ساتھ یہ عجیب واقعہ پیش آیا کہ دو سفید پوش آدمیوں نے آپ کا سینہ چاک کیا اور اس میں سے کچھ نکال کر چلے گئے۔ آپ کے رضاعی بھائی نے گھر آکر یہ واقعہ بیان کیا تو حلیمہ گھبرا کر آپ کو مکہ واپس چھوڑ گئیں۔ شق صدر کا یہ واقعہ در اصل لطیف کشفی نظارہ تھا جو آپ کے رضاعی بھائی نے بھی دیکھا۔ جس کی تعبیر آپ ﷺ کی باطنی پاکیزگی تھی۔

قریبی عزاء کی وفات اور آپ ﷺ کا صبر و حوصلہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رضاعی والدہ کی اس خدمت کی قدر کرتے ہوئے ہمیشہ ان کے خاندان سے احسان کا سلوک کیا۔ دو سال بعد آپ کی والدہ آپ کو ننہال سے ملانے یثرب لے گئیں۔ اس سفر سے واپسی پر مکہ کے قریب ابواء مقام پر ان کی وفات ہوگئی۔ والد کا سایہ تو پہلے ہی سر سے اٹھ چکا تھا۔ چھ سال کی عمر میں آپ شفقت مادری سے بھی محروم ہو گئے۔ خادمہ ام ایمن نے آپ کو لاکر آپ کے دادا عبد المطلب کے سپرد کیا جنہوں نے اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر محبت کے ساتھ آپ کی پرورش کی۔ دو سال بعد عبدالمطلب بھی خدا کو پیارے ہوگئے اور آٹھ سال کی عمر میں یہ تیسر اصدمہ آپ کو برداشت کرنا پڑا۔ جس کے نتیجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر ایک خدا پر کامل ایمان و بھروسہ، عزم صمیم اور پیش آمدہ مشکلات و مصائب سے مقابلہ کے لئے ہمت پیدا ہوئی۔ دادا کی وصیت کے مطابق آپ کے چچا ابو طالب نے آپکی کفالت کا حق خوب ادا کیا۔

پاکیزہ لڑکپن اور مظلوموں کی دادرسی

بارہ سال کی عمر میں آپ کی ملاقات دوران سفر بھر کی مقام پر ایک عیسائی راہب بحیر اسے ہوئی۔ اس نے آپ کے چچا سے کہا کہ اس بچے کو اہل کتاب کے شر سے محفوظ رکھیں۔ لڑکپن کے اسی زمانہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنت انبیاء کے مطابق بکریاں چرانے کی بھی توفیق ملی۔ اور قریش و ہوازن کے مابین ہونیوالی جنگ فجار میں اپنے چچاؤں کو تیر پکڑانے کی خدمت انجام دینے کا بھی موقع ملا۔ بیس سال کی عمر میں آپ حلف الفضول کے اس معاہدہ میں بھی باقاعدہ شریک ہوئے جس میں مظلوم کا حق دلانے کا عہد کیا گیا تھا۔ اس عہد کا پاس آپ کو زمانہ نبوت میں بھی رہا۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر آج بھی مجھے کوئی مظلوم اس معاہدہ کی طرف بلائے تو میں اس کی مدد کا پابند ہوں۔

ذریعہ معاش اور دیانت داری کا شہرہ

حضرت محمد جوان ہوئے تو ذریعہ معاش کے طور پر اپنے لئے آبائی پیشہ تجارت پسند کیا، اس سلسلہ میں آپ نے شام، یمن، بحرین اور عرب کے دیگر اطراف کے سفر کئے۔ اس دوران جن لوگوں سے بھی آپ کا رابطہ ہوا۔ سب آپ کی راست گفتاری، دیانتداری، امانت، اور پابندی عہد کے لئے رطب اللسان تھے آپ کا نام "امین" مشہور ہوگیا۔ ان اعلیٰ اخلاق کے ساتھ آپ ایک خوبرو نوجوان اور مردانہ حسن کا اعلیٰ نمونہ تھے۔

شمائل مبارک

قد درمیانہ، جسم موزوں، رنگ گورا سرخی مائل سر بڑا، بال کسی قدر خمدار، سینہ فراخ، ہاتھ پاؤں بھرے بھرے، ہتھیلیاں چوڑی، چہرہ گول، پیشانی اور ناک اونچی، آنکھیں سیاہ اور روشن، پلکیں دراز تھیں، چلنے میں وقار تھا۔ بات آہستہ فرماتے۔ خوشی اور غمی کی حالت آپ کے چہرہ سے عیاں ہو جاتی تھی۔

حضرت خدیجہؓ سے شادی

مکہ کی ایک شریف اور مالدار بیوہ خاتون حضرت خدیجہ جو اپنی شرافت کی وجہ سے طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں۔ نے حضور یہ کی دیانت و سچائی کا شہرہ سن کر پہلے آپ کے ذریعہ اپنا مال تجارت میں لگایا پھر آپ کے پاکیزہ اخلاق مشاہدہ کرنے کے بعد خود آپ کو شادی کا پیغام بھیجا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کے مشورہ سے قبول فرمالیا اور چھبیس سال کی عمر میں آپ کی شادی چالیس سالہ حضرت خدیجہ سے ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ کے بطن ہوئی سوائے صاحبزادہ ابراہیم کے جو حضرت ماریہ کے بطن سے تھے۔ قاسم، طاہر، طیب اور عبداللہ آپ کے صاحبزادے تھے اور زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ صاحبزادیاں۔ لڑکے بچپن میں ہی فوت ہوگئے تھے۔ تمام صاحبزادیوں کو اسلام قبول کرنے کی توفیق ملی۔ ان کی شادی و اولاد بھی ہوئی۔ مگر سوائے حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے کسی کی نسل معروف نہیں۔

کعبہ کی تعمیر اور صلح جوئی کا جوہر

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن سے جوانی تک کے دوران دو مرتبہ کعبہ کی تعمیر نو کا ذکر ملتا ہے۔ ایک دفعہ بچپن کے زمانہ میں جب آپ نے کندھے پر پتھر اٹھا کر اس تعمیر میں حصہ لیا۔ دوسری دفعہ جوانی میں بعمر 35 سال جب حجر اسود کو اسکی جگہ پر رکھنے کی ہر قبیلہ کی خواہش کا تنازعہ آپ نے خوش اسلوبی سے نمٹایا کہ اپنے دست مبارک سے اس مقدس پتھر کو اٹھا کر پہلے اپنی چادر میں رکھا اور تمام سرداروں کو اس کے چاروں کونے پکڑوا کر پہلے اسے اس کی جگہ پر لے گئے پھر اپنے دست مبارک سے ہی اسے اٹھا کر اصل جگہ پر رکھ دیا۔ اور قریش کو ایک خطرناک جھگڑے سے بچالیا۔

سیرت المہدیؑ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارا خاندان بادشاہوں کی نسل میں سے ہے۔ چنانچہ ہمارے خاندان کا مورث اعلیٰ مرزا ہادی بیگ صاحب حاجی برلاس کی اولاد میں سے تھے جو امیر تیمور کے چچا تھے اور جو لوگ تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ علاقہ کش کے اصل بادشاہ حاجی برلاس ہی تھے، تیمور نے حملہ کر کے ان کے علاقہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اسی وجہ سے ہمارے خاندان کے افراد جاہلیت کے زمانہ میں جبکہ احمدیت ابھی ظاہر نہیں ہوئی تھی اور جبکہ قرآنی تعلیم ان کے دلوں میں راسخ نہیں ہوئی تھی، تیموری نسل کی لڑکیاں تو لے لیتے تھے مگر تیموری نسل کے مغلوں کو اپنی لڑکیاں نہیں دیتے تھے کیونکہ وہ اُن کو اپنے مقابلہ میں ادنیٰ سمجھتے تھے۔ لیکن بہر حال جہاں تک ظاہری وجاہت کا سوال ہے وہ قریباً قریباً تباہ اور برباد ہو چکی تھی۔ مغلیہ سلطنت کے مٹنے کے بعد جب سکھوں کا دور شروع ہوا تو اُس وقت ہماری تمام ریاست سکھوں کے قبضہ میں چلی گئی۔ اس کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب نے ہمارے پانچ گاؤں واگزار کر دیئے۔ مگر جب انگریزی حکومت کا دور شروع ہوا تو اُس وقت پھر ہماری خاندانی ریاست کو صدمہ پہنچا اور ہماری وہ جائیداد بھی ضبط کر لی گئی جو کسی قدر باقی رہ گئی تھی۔ یہ ہمارے خاندان کی حالت تھی جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کے سامنے اپنا دعویٰ پیش فرمایا۔ اگر ہماری یہ ریاست اپنی پہلی حالت میں قائم ہوتی تب بھی ایک چھوٹی سی ریاست ہوتی اور اتنی چھوٹی ریاست کو بھلا پوچھتا ہی کون ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اتنی ریاست بھی پسند نہ کی تا کہ اُس کی صفات پر کوئی دھبہ نہ آئے اور لوگ یہ نہ کہیں کہ سابقہ عزت کی وجہ سے انہیں ترقی حاصل ہوئی ہے۔ ہمارے دادا کو بڑا فکر رہتا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو کسی ایسے کام پر لگا دیں جس سے وہ اپنا گزارہ آسانی کے ساتھ کر سکے۔ مہاراجہ کپور تھلہ کے شاہی خاندان سے بھی ہمارے خاندان کے چونکہ پرانے تعلقات ہیں اس لئے انہوں نے کوشش کر کے بانی سلسلہ احمدیہ کے لئے وہاں ایک معزز عہدہ تلاش کر لیا۔ چنانچہ ان کے لئے انسپکٹر جنرل آف ایجوکیشن کے عہدہ کی منظوری آ گئی۔ قادیان کے قریب ہی ایک گاؤں ہے وہاں ایک سکھ صاحب رہا کرتے تھے جو اکثر ہمارے دادا کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ انہوں نے خود سنایا کہ میں اور میرا بھائی اکثر بڑے مرزا صاحب سے ملنے کے لئے آجایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ہم دونوں ان سے ملنے کے لئے گئے تو وہ کہنے لگے کہ مرزا غلام احمد کو دنیا کی طرف کوئی توجہ نہیں میں حیران ہوں کہ میرے مرنے کے بعد اس کا کیا حال ہو گا۔ میں نے اس کے متعلق کپور تھلہ میں کوشش کی تھی جس کے نتیجہ میں وہاں سے آرڈر آ گیا ہے کہ اسے ریاست کا افسر تعلیم مقرر کیا جاتا ہے۔ میں اگر اسے کہوں تو شاید مجھے جواب نہ دے تم دونوں اس کے ہم عمر ہو تم اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ وہ اس عہدہ کو قبول کر لے۔ وہ سناتے ہیں کہ ہم دونوں بھائی ان کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ مبارک ہو ریاست کپور تھلہ کی طرف سے چٹھی آئی ہے کہ آپ وہاں کے افسر تعلیم مقرر کئے گئے ہیں۔ آپ کے والد صاحب کی خواہش ہے کہ آپ یہ نوکری اختیار کر لیں اور ریاست کپور تھلہ میں چلے جائیں۔ وہ کہتے ہیں جس وقت ہم نے یہ بات کہی انہوں نے ایک آہ کھینچی اور کہا والد صاحب تو خواہ مخواہ فکر کرتے ہیں میں نے تو جس کا نوکر ہونا تھا ہو گیا اب میں کسی اور کی نوکری کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ وہ کہتے ہیں ہم دونوں واپس آ گئے اور آپ کے دادا

صاحب کو کہا کہ وہ تو کہتے ہیں کہ والد صاحب یونہی بے فائدہ فکر کر رہے ہیں میں نے تو جس کی نوکری کرنی تھی کر لی اب میں کسی اور کی نوکری کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اس پر وہ کہتے ہیں کہ آپ کے دادا صاحب نے کہا اگر اس نے یہ کہا ہے تو خیر رہنے دو وہ جھوٹ نہیں بولا کرتا۔ پھر جب آپ بڑے ہوئے تو اُس وقت بھی ساری جائیداد آپ کے بھائی کے قبضہ میں رہی۔ آپ نے اُس میں سے اپنا حصہ نہ لیا۔ جائیداد خدا تعالیٰ کے فضل سے کافی تھی بلکہ اب تک اس قدر جائیداد ہے کہ باوجود اس کے کہ ایک لمبے عرصے تک ہم اس کو بیچ کر کھاتے رہے ہیں، پھر بھی وہ لاکھوں روپیہ کی موجود ہے۔ غرض جائیداد تھی مگر وہ سب ہمارے تایا صاحب کے قبضہ میں تھی۔ بانی سلسلہ احمدیہ اس جائیداد میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ جب ہمارے تایا صاحب فوت ہو گئے تو آپ نے پھر بھی جائیداد نہ لی اور وہ تائی صاحبہ کے پاس چلی گئی۔ آپ کو کھانا ہماری تائی صاحبہ ہی بھجواتی تھیں اور چونکہ وہ آپ کی شدید مخالف تھیں ادھر آپ بہت بڑے مہمان نواز تھے اس لئے بسا اوقات جب آپ ہماری تائی صاحبہ کو کہلا بھیجتے کہ آج ایک مہمان آیا ہوا ہے اُس کے لئے بھی کھانا بھجوا دیا جائے تو وہ صرف آپ کا کھانا بھجوا دیتیں اور مہمان کے لئے کوئی کھانا نہ بھجواتیں۔ اس پر ہمیشہ آپ اپنا کھانا مہمان کو کھلا دیتے اور خود چنوں پر گزارہ کر لیتے۔ اُس زمانہ کے آدمی سنایا کرتے ہیں کہ جب بھی کوئی مہمان آپ کے پاس آتا آپ چپ کر کے اپنا کھانا مہمان کے سامنے رکھ دیتے اور خود بھوکے رہتے یا چنوں وغیرہ پر گزارہ کر لیتے۔ ایک شخص نے سنایا کہ میں ایک دفعہ قریباً چالیس دن تک آپ کا مہمان رہا۔ آپ باقاعدہ صبح و شام اندر سے جو کھانا آتا وہ مجھے کھلا دیتے اور آپ دانے چبا کر گزارہ کر لیتے۔ آپ خود فرماتے ہیں۔

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ کَانَ اُکُلِیْ

وَصِرْتُ الْیَوْمَ مِطْعَامَ الْاَھَالِیْ

کہ اے لوگو! تم کو یاد نہیں ایک دن میرا یہ حال تھا کہ دستر خوانوں کے بچے ہوئے ٹکڑے میرے کھانے میں آیا کرتے تھے یعنی دوسروں کے رحم و کرم پر میرا گزارہ تھا لیکن آج یہ حال ہے کہ میرے ذریعہ سے کئی خاندان پرورش پا رہے ہیں۔

ایسی حالت میں آپ کو خبر دی گئی کہ اسلام کی خدمت کے لئے خدا تعالیٰ نے آپ کو چن لیا ہے۔ جس وقت یہ آواز آپ کے کان میں پڑی آپ کی حالت یہ تھی کہ اور لوگ تو الگ رہے خود قادیان کے لوگ بھی آپ کو نہیں جانتے تھے۔ میں نے خود قادیان کے کئی باشندوں سے سنا ہے کہ ہم سمجھتے تھے بڑے مرزا صاحب کا ایک ہی بیٹا ہے دوسرے کا ہمیں علم نہیں تھا۔ آپ اکثر مسجد کے حجرے میں بیٹھے رہتے اور دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہتے۔ اُس وقت خدا تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا کہ وہ آپ کو بہت بڑی برکت دے گا اور آپ کا نام عزت کے ساتھ دنیا کے کناروں تک پھیلائے گا۔ یہ الہام بھی ایک عجیب موقع پر ہوا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو اہلحدیث کے ایک مشہور لیڈر تھے جب وہ نئے نئے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی سے پڑھ کر آئے تو اُس وقت حنفیوں کا بہت زور تھا اور اہلحدیث کم تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب جب تعلیم سے فارغ ہو کر بٹالہ میں آئے تو ایک شور مچ گیا کہ یہ مولوی لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے۔ اتفاقاً انہی دنوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام بھی اپنے کسی کام کے لئے بٹالہ تشریف لے گئے۔ لوگوں نے زور دیا کہ آپ چلیں اور مولوی محمد حسین صاحب سے بحث کریں کیونکہ وہ بزرگوں کی ہتک کرتا ہے اور اسلام پر تبر چلا رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُن کے ساتھ جامع مسجد میں چلے گئے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی وہیں موجود تھے۔ آپ نے اُن سے کہا کہ مولوی صاحب! مجھے معلوم نہیں آپ کے کیا عقائد ہیں۔ پہلے آپ اپنے عقائد بیان کریں اگر وہ غلط ہوئے تو میں ان کی تردید کروں گا اور اگر صحیح ہوئے تو انہیں تسلیم کر لوں گا۔ مولوی محمد حسین صاحب نے کھڑے ہو کر ایک مختصر تقریر کی جس میں بیان کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ پر، قرآن کریم پر اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں۔ قرآن چونکہ خدا تعالیٰ کا ایک یقینی اور قطعی کلام ہے اس لئے ہم اسے سب سے مقدم قرار دیتے ہیں اور جو کچھ قرآن میں لکھا ہے اسے مانتے ہیں۔ دوسرے نمبر پر ہم سمجھتے ہیں کہ جو کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہمارے لئے قابل عمل ہے اور اگر کوئی حدیث قرآن کے مخالف ہو تو اس صورت میں ہم قرآن کریم کے بیان کو ترجیح دیتے ہیں اور اگر کوئی بات ہمیں قرآن اور حدیث دونوں میں نظر نہ آئے تو پھر قرآن اور حدیث کی روشنی میں جو کچھ ہمیں سمجھ آئے اس پر ہم عمل کرتے ہیں۔ جب انہوں نے یہ تقریر کی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے سن کر فرمایا یہ تو بالکل ٹھیک باتیں ہیں ان میں سے کسی کی تردید کی ضرورت نہیں۔ وہ ہزاروں آدمی جو آپ کو اپنے ساتھ لے کر گئے تھے اُن سب نے کھڑے ہو کر آپ کو گالیاں دینی شروع کر دیں اور بُرا بھلا کہنے لگے کہ تم ڈرپوک ہو، بزدل ہو، ہار گئے ہو۔ غرض آپ پر خوب نعرے کئے گئے۔ آپ گئے تھے ہزاروں کے ہجوم میں اور نکلے ایسی حالت میں جبکہ لوگ آپ کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔ گئے تھے ایسی حالت میں کہ لوگ سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہ کہتے جا رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ ہم اسلام کا ایک پہلوان اپنے ساتھ لئے جا رہے ہیں مگر نکلے ایسی حالت میں کہ لوگ آپ کو ایک بھگوڑا قرار دے رہے تھے اور آپ کے خلاف نعرے کس رہے تھے۔ مگر آپ نے ان باتوں کی کوئی پرواہ نہ کی اور وہاں سے واپس چل پڑے۔ اُسی رات آپ پر الہام نازل ہوا کہ:۔ "تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے بہت برکت دے گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"

غرض آپ پر یہ الہام ہوا اور آپ نے اُسی وقت اس الہام کو دنیا میں شائع کر دیا۔ تب دنیا میں چاروں طرف سے آپ کے خلاف آوازیں اٹھنی شروع ہو گئیں۔ بعضوں نے کہا مکّار ہے اور اس ذریعہ سے اپنی عزت بڑھانا چاہتا ہے، بعضوں نے کہا یہ شخص یونہی اسلام کی تائید کر رہا ہے ورنہ در حقیقت اسلام میں سچائی پائی ہی نہیں جاتی۔ غرض جو لوگ اسلام کے قائل تھے انہوں نے بھی اور جو لوگ اسلام کے قائل نہیں تھے انہوں نے بھی ہر رنگ میں آپ کی تضحیک شروع کر دی۔ اُس وقت خصوصیت سے پنڈت لیکھرام نے شور مچایا کہ یہ جو معجزات دکھانے کے دعوے کئے جا رہے ہیں سب غلط اور بے بنیاد ہیں۔ اگر اسلام سچا ہے، اگر قرآن سچا ہے اور اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے سچے رسول ہیں تو ہمیں کوئی نشان دکھایا جائے۔ اسی طرح ایک منشی اندر من صاحب مراد آباد

مرزا فضل احمد صاحب دو بیٹے ہوئے تیسرا بیٹا ہماری والدہ سے بشیر احمد اول پیدا ہوا اور چوتھا میں پیدا ہوا۔ گویا پیشگوئی میں بتایا یہ گیا تھا کہ وہ چوتھا بیٹا ہو گا اور اپنی پیدائش کے ساتھ تین بیٹوں کو چار کر دے گا۔ اب یہ جو پیشگوئی ہے اس کے دو بہت بڑے اور اہم حصے ہیں۔ پہلا حصہ اس پیشگوئی کا یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر دی گئی تھی کہ میں تیرے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ اب خالی بیٹا ہونے سے آپ کا نام دنیا کے کناروں تک نہیں پہنچ سکتا تھا جب تک ایسے کام آپ سے ظاہر نہ ہوتے جن سے ساری دنیا میں آپ مشہور ہو جاتے۔ بعض بڑے بڑے مصنف ہوتے ہیں اور وہ ساری عمر تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے ہیں۔ اس وجہ سے اُن کا نام مشہور ہو جاتا ہے۔ بعض بُرے کام کرتے ہیں اور اس وجہ سے مشہور ہو جاتے ہیں۔ بعض بڑے بڑے چوروں اور ڈاکوؤں کے نام سے بھی لوگ آشنا ہوتے ہیں لیکن بہر حال اُن کی اچھی یا بری شہرت ساری دنیا تک نہیں ہوتی کسی ایک علاقہ یا ایک حصہ ملک میں اُن کی شہرت ہوتی ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ خبر دی تھی کہ وہ آپ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا۔

پس یہ پیش گوئی اسی صورت میں عظیم الشان پیش گوئی کہلا سکتی تھی جب آپ کی شہرت غیر معمولی حالات میں ہوتی، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا۔ جب میں پیدا ہوا تو اس کے دو اڑھائی ماہ کے بعد آپ نے لوگوں سے بیعت لی اور اس طرح سلسلہ احمدیہ کی بنیاد دنیا میں قائم ہو گئی۔ 23 مارچ 1889ء کو ہمارے سلسلہ کی بنیاد پڑی ہے اور اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی جو حالت تھی وہ اس سے ظاہر ہے کہ تمام مسلمان آپ کے دشمن تھے۔ اپنے کیا اور بیگانے کیا، رشتہ دار کیا اور غیر رشتہ دار کیا، سب آپ کی مخالفت کرنے لگ گئے یہاں تک کہ گورنمنٹ کی نظروں میں بھی آپ کا دعویٰ کھٹکنے لگا کیونکہ آپ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں مہدی ہوں اور مہدی کے متعلق مسلمانوں میں مشہور تھا کہ وہ کفار کا خون بہائے گا۔ پس گورنمنٹ کو شبہ پڑا کہ ایسا نہ ہو اس کے ذریعہ دنیا میں کوئی فساد پیدا ہو۔ چنانچہ گورنمنٹ کی طرف سے اُس وقت قادیان میں ہمیشہ ایک کانسٹیبل رہتا تھا اور جو شخص بھی آپ سے ملنے کے لئے آتا اُس کا نام نوٹ کر کے وہ گورنمنٹ کو اطلاع دے دیتا اور اگر کبھی کوئی سرکاری افسر احمدی ہو جاتا تو بالا افسر اسے اشاروں ہی اشاروں میں سمجھاتے کہ گورنمنٹ کی نظر میں یہ فرقہ اچھا نہیں سمجھا جاتا تمہیں اس میں شامل ہونے سے اجتناب اختیار کرنا چاہئے۔ یہ مخالفت آخر بڑھتے بڑھتے اتنی شدید ہوئی کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو بچپن سے آپ کے دوست تھے اور ہمیشہ آپ سے تعلقات رکھتے تھے جنہوں نے براہین احمدیہ پر ایک زبردست ریویو بھی لکھا تھا وہ بھی آپ کے مخالف ہو گئے اور انہوں نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں یہ الفاظ لکھے کہ میں نے اس شخص کو بڑھایا تھا اور اب میں ہی اس کو گراؤں گا۔

اسی شہر لاہور کا یہ واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ایک مریض کی عیادت کیلئے سنہری مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور بند گاڑی میں سوار ہوئے۔ اُن دنوں بند گاڑی کو شکرم کہا جاتا تھا۔ جب آپ دہلی دروازہ سے روانہ ہوئے تو وہاں اُن دنوں ایک چبوترہ ہوا کرتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس چبوترے پر کھڑے ہو کر ایک شخص شور مچا رہا تھا کہ دیکھو! یہ شخص مرتد ہے، کافر ہے، اس پر پتھر پھینکو گے تو ثواب حاصل ہو گا اور اُس کے اردگرد بہت بڑا ہجوم تھا۔ جب گاڑی قریب سے گزری تو لوگ آپ پر لعنتیں ڈالنے لگے اور آواز میں کہنے لگے۔ بعض نے آپ پر پتھر بھی پھینکے اور گالیاں دینی شروع کر دیں۔ میرے لئے بچپن کے لحاظ سے ایک عجیب بات تھی۔ میں نے گاڑی سے اپنا سر باہر نکالا اور میں نے دیکھا کہ اُس شخص کے پاس جو یہ شور مچا رہا تھا ایک اور شخص کھڑا تھا اور بڑا سا جبہ پہنے ہوئے تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بھی کوئی مولوی ہے مگر اُس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا اور اُس پر زرد زرد ہلدی کی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں میں نے دیکھا کہ وہ بڑے جوش سے اپنے ٹنڈے ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا مرزا نٹھ گیا، مرزا نٹھ گیا۔ گویا وہ اپنے زخمی ہاتھ کو بھی دوسرے ہاتھ پر مار کر یہ سمجھتا تھا کہ وہ ایک ثواب کا کام کر رہا ہے۔ پھر یہیں لاہور میں میلا رام کے منڈوہ میں 1904ء میں آپ کا ایک دفعہ لیکچر ہوا۔ محمود خان صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولیس کے والد رحمت اللہ خان صاحب اُن دنوں شہر کے کوتوال تھے انہوں نے پولیس کا بڑا اچھا انتظام کیا مگر پھر بھی چاروں طرف سے انہیں اس قدر فساد کی رپورٹیں پہنچیں کہ انہوں نے چھاؤنی سے گورا سپاہی منگوائے اور آپ کے آگے پیچھے کھڑے کر دیئے۔ پھر مجھے وہ نظارہ بھی خوب یاد ہے جبکہ قادیان میں جس کا واحد مالک ہمارا خاندان ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بائیکاٹ کیا گیا اور لوگوں کو آپ کے گھر کا کام کرنے سے روکا گیا، چوڑہوں کو کہا گیا کہ وہ صفائی نہ کریں، کمہاروں کو کہا گیا کہ وہ برتن نہ بنائیں، سقوں کو کہا گیا کہ وہ پانی نہ بھریں، نائیوں کو کہا گیا کہ وہ حجامت نہ بنائیں، قلعی گروں کو کہا گیا کہ وہ آپ کے برتنوں پر قلعی نہ کریں۔ غرض نہ کوئی صفائی کرتا، نہ کوئی قلعی کرتا بڑی مصیبت سے اردگرد کے گاؤں والوں سے اِن ضروریات کو پورا کیا جاتا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے دروازے پر آپ کی مسجد کے سامنے دیوار کھینچ دی گئی تا کہ کوئی شخص اس میں نماز پڑھنے کے لئے نہ آ سکے۔

اسی طرح آپ پر مختلف قسم کے مقدمات دائر کئے گئے اور بڑوں اور چھوٹوں سب نے مل کر چاہا کہ آپ کو مٹا دیا جائے۔ یہاں تک کہ ایک پادری نے آپ پر اقدام قتل کا نہایت جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا اور ایک شخص کو پیش کیا جو کہتا تھا کہ مجھے مرزا صاحب نے اس پادری کو قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ آخر اسی شخص نے عدالت کے سامنے اقرار کیا کہ مجھے جھوٹ سکھایا گیا تھا۔ تا کہ کسی طرح مرزا صاحب سزایاب ہوں ورنہ وہ اس الزام سے بالکل بری ہیں۔ کرنل ڈگلس جو ضلع گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر تھے اُن کے سامنے ہی مقدمہ پیش ہوا اور باوجود اس کے کہ یہ مقدمہ عیسائیوں کی طرف سے تھا اور اس بناء پر تھا کہ مرزا صاحب اسلام کی تائید کرتے اور عیسائیوں کو دجال قرار دیتے ہیں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی عیسائیوں کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے خلاف گواہی دینے کے لئے عدالت میں پیش ہوئے۔ یہ وہی شخص تھے جنہوں نے کہا تھا کہ میں نے ہی مرزا صاحب کو بڑھایا تھا اور اب میں ہی انہیں گراؤں گا۔ مسٹر ڈگلس جن کے سامنے یہ کیس پیش ہوا (اور جو 25 فروری 1957ء کو لنڈن میں وفات پا گئے ہیں) پہلے ایسے متعصب عیسائی تھے کہ جب وہ

گورداسپور آئے تو انہوں نے آتے ہی اس بات پر اظہار تعجب کیا کہ ابھی تک اس شخص کو کیوں گرفتار نہیں کیا گیا جو اپنے آپ کو مسیح موعود کہتا ہے۔ لیکن جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام بٹالہ میں اُن کے سامنے پیش ہوئے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھتے ہی اُن کی طبیعت پر ایسا اثر پڑا کہ انہیں یقین ہوگیا کہ یہ شخص مجرم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مسٹر ڈگلس ڈپٹی کمشنر نے ڈائس پر اپنے پہلو میں کرسی بچھوائی اور اُس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو تشریف رکھنے کے لئے کہا۔ یہ وہی دن تھا جب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی شہادت تھی وہ اس امید پر آئے تھے کہ مرزا صاحب کو ہتھکڑی لگی ہوئی ہوگی اور وہ ملزموں کے کٹہرے میں کھڑے ہوں گے۔ مگر جب وہ اندر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ مدعی اور اُس کے ساتھی تو باہر کھڑے ہیں اور ملزم کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر اُن کو آگ لگ گئی اور اُنہوں نے ڈپٹی کمشنر سے کہا کہ میرے لئے بھی کرسی کا انتظام کیا جائے۔ ڈپٹی کمشنر نے جواب دیا کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کو کیوں کرسی دی جائے۔ آپ ایک گواہ کی حیثیت سے آئے ہیں اور گواہوں کو کرسی نہیں ملا کرتی۔ اس پر وہ زیادہ اصرار کرنے لگے کہ نہیں مجھے ضرور کرسی دی جائے۔ مسٹر ڈگلس کہنے لگے میں نے کہہ جو دیا ہے کہ آپ کو کرسی نہیں ملے گی۔ اس پر بھی وہ خاموش نہ ہوئے اور کہنے لگے میں لاٹ صاحب کے پاس ملنے جاتا ہوں تو وہ بھی مجھے کرسی دے دیتے ہیں آپ مجھے کیوں کرسی نہیں دیتے۔ یہ سن کر ڈپٹی کمشنر کو غصہ آگیا اور کہنے لگا اگر ایک چوڑہا بھی ہم سے مکان پر ملنے کے لئے آئے تو ہم اُسے بھی کرسی دے دیتے۔ ہیں مگر یہ عدالت کا کمرہ ہے۔ یہاں تمہیں کرسی نہیں مل سکتی۔ وہ اس پر بھی خاموش نہ ہوئے اور پھر کرسی کے لئے اصرار کرنے لگے۔ آخر ڈپٹی کمشنر نہایت غصہ سے کہنے لگا بک بک مت کر، پیچھے ہٹ اور جوتیوں میں کھڑا ہو جا۔ یہ اُس شخص کا حال ہوا جس نے کہا تھا کہ میں نے ہی اس شخص کو بڑھایا تھا اور اب میں ہی اس کو گراؤں گا۔ وہاں سے اپنی ذلّت کروا کے باہر نکلے تو برآمدہ میں ایک کرسی پڑی ہوئی تھی اُس پر آکر بیٹھ گئے۔ مگر مشہور ہے کہ نوکر آقا کے پیچھے چلتے ہیں۔ چپڑاسی جو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا کہ اندر ڈپٹی کمشنر ان پر سخت ناراض ہوئے ہیں اُس نے جب دیکھا کہ برآمدہ میں یہ کرسی پر آکر بیٹھ گئے ہیں تو وہ دوڑا دوڑا آیا اور آکر کہنے لگا مولوی صاحب! کرسی سے اُٹھیے۔ یہاں آپ کو بیٹھنے کی اجازت نہیں۔ وہاں سے اُٹھے تو باہر ہجوم میں آگئے۔ وہاں کسی شخص نے زمین پر چادر بچھائی ہوئی تھی۔ یہ جاتے ہی اُس پر بیٹھ گئے اور خیال کیا کہ جب لوگ مجھے یہاں چادر پر بیٹھا دیکھیں گے تو خیال کریں گے کہ مجھے کمرہ عدالت میں بھی اچھی جگہ ملی ہوگی۔ مگر وہ جس نے خدا کے مامور کے متعلق کہا تھا کہ میں نے ہی اسے بڑھایا ہے اور اب میں ہی اسے نیچے گراؤں گا خدا نے اُسے یہاں بھی ذلیل کیا۔ ابھی وہ چادر پر بیٹھے ہی تھے کہ ایک باغیرت مسلمان دوڑا دوڑا آیا اور کہنے لگا میری چادر پلید مت کرو تم ایک مسلمان کے خلاف ایک عیسائی کے حق میں گواہی دینے آئے ہو۔ آخر مولوی صاحب کو وہاں سے بھی ذلت کے ساتھ اٹھنا پڑا۔

پھر میں نے خود انہی مولوی محمد حسین صاحب کو اس حالت میں دیکھا کہ عجز اور مسکنت ان کی صورت سے ظاہر ہوتی تھی۔ میں ایک دفعہ بٹالہ گیا تو وہ کسی کام کے لئے مجھ سے ملنے کے لئے آئے مگر انہیں شرم آتی تھی کہ جس شخص کی ساری عمر میں شدید مخالفت کرتا رہا اُس کے بیٹے سے کس طرح ملوں۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ وہ کمرے میں آتے اور پھر گھبرا کر نکل جاتے پھر آتے اور پھر گھبرا کر نکل جاتے چار پانچ دفعہ انہوں نے اسی طرح کیا۔ ہمارے ہاں ایک ملازم ہوا کرتا تھا پیرا اُس کا نام تھا وہ بالکل ان پڑھ اور جاہل تھا۔ نماز تک اُسے یاد نہیں ہوتی تھی۔ بیسیوں دفعہ اسے یاد کرائی گئی مگر وہ ہمیشہ بھول جاتا۔ اُسے کبھی تاریں دے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام بٹالہ بھجوا دیا کرتے تھے یا کوئی بلٹی آتی تو اُسے چھڑوانے کے لئے اُسے بٹالہ بھیجوا دیا جاتا۔ ایک دفعہ اسی طرح وہ کسی کام کے سلسلہ میں بٹالہ گیا ہوا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب اُسے مل گئے۔ مولوی صاحب کی عادت تھی کہ وہ اسٹیشن پر جاتے اور لوگوں کو قادیان جانے سے روکا کرتے ایک دن انہیں اور کوئی آدمی نہ ملا تو پیرے کو ہی انہوں نے پکڑ لیا اور کہنے لگے۔ پیرے تم مرزا صاحب کے پاس کیوں رہتے ہو وہ تو کافر اور بے دین ہیں۔ وہ کہنے لگا مولوی صاحب میں تو پڑھا لکھا آدمی نہیں نماز تک مجھے نہیں آتی کئی دفعہ لوگوں نے مجھے سکھائی ہے مگر مجھے یاد نہیں ہوتی پس مجھے مسائل تو آتے ہی نہیں لیکن ایک بات ضرور ہے جو میں نے دیکھی ہے۔ مولوی صاحب کہنے لگے وہ کیا؟ پیرے نے کہا میں ہمیشہ تاریں دینے یا بلٹیاں لینے کے لئے بٹالے آتا رہتا ہوں اور جب بھی یہاں آتا ہوں آپ کو یہاں پھرتے اور لوگوں کو ورغلاتے دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص قادیان نہ جائے۔ مولوی صاحب! اب تک آپ کی اس کوشش میں شاید کئی جوتیاں بھی گھس گئی ہوں گی مگر کوئی شخص آپ کی بات نہیں سنتا۔ دوسری طرف میں دیکھتا ہوں کہ مرزا صاحب اپنے حجرے میں بیٹھے رہتے ہیں اور پھر بھی ساری دنیا اُن کی طرف کھینچی چلی جاتی ہے۔ آخر ان کے پاس کوئی سچائی ہے بھی تو ایسا ہو رہا ہے ورنہ لوگ آپ کی بات کیوں نہ سنتے۔

(میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 199 تا 212)

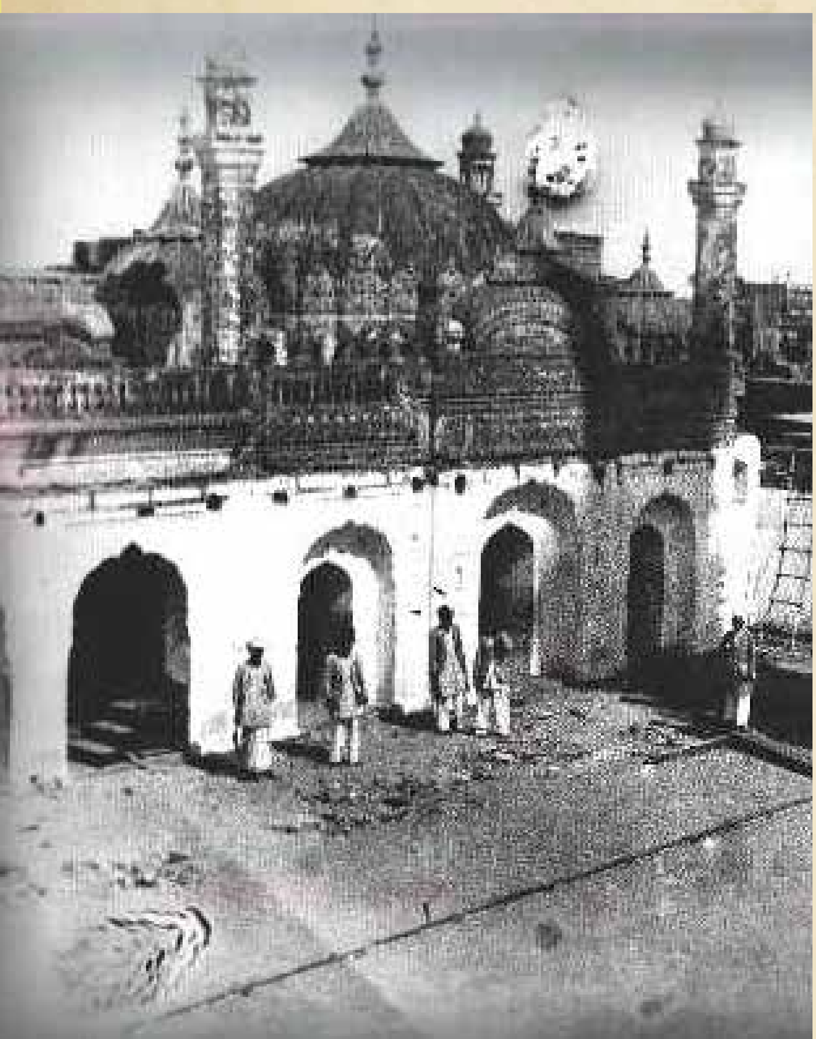

سورۃ الفاتحہ کی تفسیر بیان فرمودہ سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ

سورۃ فاتحہ کا پہلا نام فاتحہ الکتاب اور اس کی وجہ

جاننا چاہیئے کہ سورۃ فاتحہ کے بہت سے نام ہیں جن میں سے پہلا نام فاتحہ الکتاب ہے اور اس کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ قرآن مجید اسی سورۃ سے شروع ہوتا ہے۔ نماز میں بھی پہلے یہی سورۃ پڑھی جاتی ہے اور خدا تعالیٰ سے جو ربّ الارباب سے دُعا کرتے وقت اسی (سورۃ) سے ابتداء کی جاتی ہے اور میرے نزدیک اس سورۃ کا فاتحہ اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اِس سورۃ کو قرآن کریم کے مضامین کے لیے حکم قرار دیا ہے اور جو اخبارِ غیبیہ اور حقائق و معارف قرآن مجید میں احسان کرنے والے خدا کی طرف بیان کیے گئے ہیں وہ سب اس میں بھر دیے گئے ہیں اور جن امور کا انسان کو مبدء و معاد (دنیا اور آخرت) کے سلسلہ میں جاننا ضروری ہے، وہ سب اس میں موجود ہیں۔ مثلاً وجود باری، ضرورت نبوت اور مومن بندوں میں سلسلہ خلافت کے قیام پر استدال۔ اور اس سورۃ کی سب سے بڑی اور اہم خبر یہ ہے کہ یہ سورۃ مسیح موعود اور مہدی معہود کے زمانہ کی بشارت دیتی ہے اور اسے ہم خدائے ودود کی دی ہوئی توفیق سے اس کے محل پر بیان کریں گے۔ اسی طرح اس سورۃ میں بیان شدہ خبروں میں سے ایک خبر یہ بھی ہے کہ یہ سورۃ اس دنیا کی عمر بتاتی ہے اور ہم عنقریب اسے بھی اللہ کی دی ہوئی قوت سے لکھیں گے۔ یہ وہی سورۃ فاتحہ ہے جس کی خبر خدا تعالیٰ کے انبیاء میں سے ایک نبی نے دی۔ اس نبی نے کہا کہ میں نے ایک قوی فرشتہ دیکھا جو آسمان سے اترا، اس کے ہاتھ میں سورۃ فاتحہ ایک چھوٹی سی کتاب کی شکل میں تھی اور خدائے قادر کے حکم سے اس کا دایاں پاؤں سمندر پر اور بایاں پاؤں خشکی پر پڑا اور وہ شیر کے غرّانے کی مانند بلند آواز میں پکارا، اس کی آواز سے ساتھ گرجیں پیدا ہوئیں جن میں سے ہر ایک میں ایک مخصوص کلام (جملہ) سنائی دیا اور کہا گیا کہ ان گرجوں میں سے پیدا ہونے والے کلمات کو سربمہر اور انہیں مت لکھ۔ خدائے مہربان نے ایسا ہی فرمایا ہے اور نازل ہونے والے فرشتہ نے اس زندہ خدا کی قسم کھا کر جس کے نور نے سمندروں اور آبادیوں کو روشن کیا ہے کہا کہ اس (مسیح موعود) کے زمانہ کے بعد اس شان و مرتبہ کا زمانہ نہ آئے گا۔ اور مفسّرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ پیش گوئی مسیح موعود کے زمانہ سے متعلق ہے۔ سو اب وہ زمانہ آگیا ہے اور سورۃ فاتحہ کی سات آیات سے وہ سات آوازیں ظاہر ہوگئی ہیں اور یہ زمانہ نیکی اور ہدایت کے لحاظ سے آخری زمانہ ہے اور اس کے بعد کوئی زمانہ اس زمانہ کی شان و مرتبہ کا نہیں آئے گا اور جب ہم اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے تو پھر ہمارے بعد قیامت تک کوئی اور مسیح نہیں آئے گا اور نہ ہی کوئی آسمان سے اترے گا اور نہ ہی کوئی غار سے نکلے گا۔ سوائے اس موعود لڑکے کے جس کے بارہ میں پہلے سے میرے ربّ کے کلام میں ذکر آچکا ہے۔ یہی بات سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو (مسیح موعود) آنے والا تھا وہ آگیا ہے اور زمین و آسمان اس پر گواہی دے رہے ہیں، لیکن تم اس گواہی کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے، تم عنقریب وقت نکل جانے کے بعد مجھے ضرور یاد کرو گے۔ سعادت مند وہی شخص ہے جس نے اس وقت کو پایا اور اس کو غفلت میں ضائع نہ کیا

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ۔ جلد اوّل صفحہ 1 تا 3)

چوہدری محمد مظہر احمد
مربی سلسلہ۔ بیلجیئم

اعراب	معانی	الفاظ
اَربَاب	رب کی جمع، پالنے والا	ارباب
حَکَم	جھگڑے میں فیصلہ کرنے والا، منصف	حکم
اَخْبَارِ غَیْبِیَہ	غیب کی خبریں	اخبارِ غیبیہ
حَقَائق	سچائیاں، حقیقتیں	حقائق
مَعَارِفْ	وہ کلام جن میں معرفت کی باتیں ہوں، معرفت یعنی فکر و تدبّر سے کسی چیز تک پہنچنا	معارف
مُبْدء	دنیا اور آخرت، شروع ہونے اور واپس والی جگہ	مبدء و معاد
وَجُوْدِ بَارِیْ	پیدا کرنے والے کا وجود، ہستی باری تعالیٰ	وجود باری تعالیٰ
اِسْتَدْلَال	دلیل، ثبوت	استدال
بَشَارَتْ	خوشخبری، وعدہ	بشارت
وَدُوْدْ	خدا تعالیٰ کی صفت، محبت کرنے والا، جو تمام مخلوقات پر احسان کرے اور ان کی بھلائی چاہے	ودود
مَحَلّ	موقع، جگہ، وقت	محل
قَوِی	طاقتور، زورآور	قوی
غُرّانا	بعض جانوروں مثلاً شیر، بلی، کتے وغیرہ کا غصّے کی حالت میں غُرغُر کی آواز نکالنا، غصّے کی حالت میں بولنا یا آواز نکالنا	غرّانے
گَرَجْنَا	زوردار، بارعب، جس میں کڑک ہو، ہیبت ناک	گرجیں
سَرْبَمُهر	بند کر کے مہر لگایا ہوا	سربمہر
رُخْصَتْ	کُوچ، روانگی، مجازاً انتقال، وفات، جنازہ اٹھنے کا وقت	رخصت
مَوْعُوْد	وعدہ کیا گیا، جس کا وعدہ ہو۔	موعود
سَعَادَتْ مَنْدْ	نیک بخت، وفادار، فرمانبردار، خدمت گزار	سعادت مند
غَفْلَتْ	بے خبر، بے پرواہ	غفلت

حکایت

جن حکماء کا یہ خیال ہے کہ تبدیل اخلاق ممکن نہیں وہ غلطی پر ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض ملازمت پیشہ لوگ جو رشوت لیتے ہیں جب وہ سچی توبہ کر لیتے ہیں پھر اگر ان کو کوئی سونے کا پہاڑ بھی دے تو اس پر نگاہ نہیں کرتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ انسان کے اخلاق جتنے بھی گرے ہوئے ہوں اگر اصلاح کرنا چاہے تو اصلاح ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی فرمایا کہ اس کے لئے مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ آپ نے اس بارے میں حکماء کے نظریات کا بھی ذکر فرمایا ہے اور ایک مثال بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:

"حکماء کے تبدیل اخلاق پر دو مذہب ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو یہ مانتے ہیں کہ انسان تبدیل اخلاق پر قادر ہے اور دوسرے وہ ہیں جو یہ مانتے ہیں کہ وہ قادر نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ کسل اور سستی نہ ہو اور ہاتھ پیر ہلاوے تو تبدیل ہو سکتے ہیں۔ مجھے اس مقام پر ایک حکایت یاد آئی ہے اور وہ یہ ہے۔ کہتے ہیں کہ یونانیوں کے مشہور فلاسفر افلاطون کے پاس ایک آدمی آیا اور دروازے پر کھڑے ہو کر اندر اطلاع کرائی۔ افلاطون کا قاعدہ تھا کہ جب تک آنے والے کا حلیہ اور نقوشِ چہرہ کو معلوم نہ کر لیتا تھا اندر نہیں آنے دیتا تھا۔ اور وہ قیافہ سے استنباط کر لیتا تھا کہ شخص مذکور کیسا ہے۔ کس قسم کا ہے؟ نوکر نے آکر اس شخص کا حلیہ حسب معمول بتلایا تو افلاطون نے جواب دیا کہ اس شخص کو کہہ دو کہ چونکہ تم میں اخلاق رذیلہ بہت ہیں مَیں ملنا نہیں چاہتا۔ اس آدمی نے جب افلاطون کا یہ جواب سنا تو نوکر سے کہا کہ تم جا کر کہہ دو کہ جو کچھ آپ نے فرمایا وہ ٹھیک ہے مگر مَیں نے اپنی عادت رذیلہ کا قلع قمع کر کے اصلاح کر لی ہے۔ اس پر افلاطون نے کہا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس کو اندر بلایا اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ اس سے ملاقات کی۔ جن حکماء کا یہ خیال ہے کہ تبدیل اخلاق ممکن نہیں وہ غلطی پر ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض ملازمت پیشہ لوگ جو رشوت لیتے ہیں جب وہ سچی توبہ کر لیتے ہیں پھر اگر ان کو کوئی سونے کا پہاڑ بھی دے تو اس پر نگاہ نہیں کرتے۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 138-137۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

قبولیتِ دعا کا ایک نشان

الحمدللہ ثم الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قبولیت دعا کا نشان دکھاتے ہوئے خاکسار کو نرینہ اولاد سے نوازا ہے۔ لہٰذا تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں تا دیگر احباب کو تحریک پیدا ہو اور ازدیاد ایمان کا باعث بنے۔

خاکسار کی دو بیٹیاں ہیں ایک بیٹا ہوا تھا جو 20 دن بعد فوت ہو گیا تھا۔ خاکسار کو سیرت المہدی پڑھنے کا موقع ملا جس میں بہت سی ایسی روایات پڑھیں کہ جو لوگ حضرت مسیح موعودؑ سے نرینہ اولاد کیلئے دعا کی درخواست کرتے تو حضورؑ اسے ایک نمایاں رقم خدا کی راہ میں خرچ کرنے کیلئے فرماتے نیز حضرت مسیح موعودؑ کے منہ مبارک سے کوئی بات رسمًا بھی نکلتی تو خدا تعالیٰ اسے بعینہٖ ہی پوری کر دیتا۔ ان روایات سے متأثر ہو کر خاکسار اور اہلیہ نے شادی کا زیور تحریک جدید میں دے دیا اور دوسرے حصہ کو پورا کرنے کیلئے خاکسار نے حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں درخواست کی کہ حضور! خدا تعالیٰ اپنے پیاروں کے منہ سے نکلے الفاظ ضرور پورا فرماتا ہے آپ خاکسار کو نرینہ اولاد کی دعا لکھ کر بھجوائیں۔ جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے ولیطمئن قلبی فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ سے اطمینان قلب کیلئے کوئی تسلی مانگی اسی اطمینان قلب کیلئے پیارے آقا خاکسار کو نرینہ اولاد کی دعا دیں تا خدا اپنے پیارے کے منہ سے نکلے الفاظ پورے فرمائے آمین۔ پیارے آقا ایدہ اللہ نے شفقت فرماتے ہوئے خاکسار کی درخواست قبول فرمائی اور اپنے خط مبارک مؤرخہ 15-07-2021 میں خاکسار کو دعا دیتے ہوئے فرمایا ”اللہ تعالیٰ آپ کی بیٹیوں کو نیک قسمت اور خادمہ دین بنائے اور آئندہ نیک نرینہ اولاد عطا فرمائے“ اس خط کے بعد ایک دفعہ ایک ایسے احمدی دوست میرے پاس بیٹھے جن کی نرینہ اولاد نہ تھی خاکسار نے انہیں حضور انور کی خط میں بھیجی ہوئی دعا کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ خاکسار کو اتنا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور خاکسار کو نرینہ اولاد سے نوازے گا۔ جتنا دن چڑھے سورج پر یقین ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے اہلیہ امید سے ہوئیں۔ دوران حمل باقاعدگی سے حضور انور ایدہ اللہ کو دعائیہ خطوط بھجواتا رہا اور نماز میں ایک ہی دعا مانگتا کہ خدا تعالیٰ خاکسار کو پیارے آقا کی قبولیت دعا کا نشان بنائے۔ آمین۔ باوجود کئی بار آلٹراساونڈز ہونے کے ہم نے آخری دن تک پتہ نہ کروایا کہ بیٹا ہے یا بیٹی۔ بس حضور انور کی قبولیت دعا کا معجزہ دیکھنے کی تڑپ دل میں قائم رہی۔ لیکن ساتھ بشری تقاضے کے تحت خفیف سا خیال بھی آتا کہ خدا کے ارادوں کے بھید کون جانے۔ بالآخر مؤرخہ 10-11-2022 کو خدا تعالیٰ نے خاکسار کو بیٹے کی نعمت سے نوازا۔ الحمدللہ علی ذلک۔ اس کا نام حضور انور کے بابرکت نام ”مسرور احمد“ پر رکھنے کی اجازت کیلئے پیارے آقا کی خدمت اقدس میں خط لکھا ہوا ہے اور موصوف وقف نو کی بابرکت تحریک میں بھی شامل ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ اپنی راہوں پر چلائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کا سلطان نصیر بنائے اور صحت والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔ آمین۔

(مرسلہ: عدنان احمد ورک۔ ماخذ روزنامہ الفضل مؤرخہ 26 نومبر 2022ء)

گلدستۂ سیرت خلفائے راشدین

ذیشان محمود
مربی سلسلہ ۔سیرالیون

حضرت ابو بکر صدیقؓ

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق نیکی کے ہر پہلو میں کامل اور ہر نیکی پر حریص تھے۔ نماز ہو یا انفاق فی سبیل اللہ، خدمتِ خلق ہو یا بنی نوع انسان کی ہمدردی، شجاعت و جوانمردی ہو یا رافت و حلم۔ آپ کی سیرت ایک ایسے چمن کے مشابہ تھی جس میں گلہائے رنگا رنگ کی ایک بہار ہے جو عالم روحانیت کو اپنی جانفزا مہک سے معطر کیے دیتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول خدا ﷺ نے فرمایا آج کوئی روزہ سے ہے۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں۔ پوچھا کہ کیا آج خدا کی راہ میں کسی نے صدقہ کیا ہے۔ فرمایا میں نے۔ پھر پوچھا کہ آج کسی کے جنازہ میں کوئی شریک ہوا ہے۔ پھر ابوبکر نے عرض کی حضور ﷺ مجھے یہ موقع نصیب ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسکین کو آج کسی نے کھانا کھلایا ہے۔ ابوبکر نے عرض کی مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

”جس نے ان تمام نیکیوں کو جمع کیا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی“۔

حضرت عمر فاروقؓ

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے مالی تحریک فرمائی۔ صحابہ نے اس پر لبیک کہا حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں ارادہ کیا کہ آج میں ابوبکر سے سبقت لے جاؤں گا۔ میں گھر گیا اور آدھا مال لاکر حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ آئے اور سارا مال جو گھر میں موجود تھا لے آئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ گھر کیا چھوڑ آئے ہو۔ عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول۔ ﷺ۔ حضرت

عمرؓ کہتے ہیں میں نے یہ کیفیت دیکھی تو کہا میں اس شخص سے کبھی سبقت نہیں لے جاسکتا اور ابوبکر سے اس موقعہ پر کہا کہ ابوبکرؓ میرے اہل اور میری جان آپ پر قربان بھلائی اور نیکی کا جو بھی دروازہ کھلا آپ اس میں داخل ہونے کے لئے ہم سے سبقت لے گئے۔

حضرت عثمان غنیؓ

حضرت عثمانؓ کو بعض غیر معمولی مالی خدمات کی سعادت ملی اور اس سعادت میں آپ منفرد نظر آتے ہیں۔ ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں پر نہایت تنگی کا زمانہ تھا اور مہاجرین کی آبادکاری میں کئی مشکلات کا سامنا تھا۔ چنانچہ بنیادی ضرورتوں میں سے ایک پینے کا پانی تھا جس کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی فکر رہتی تھی۔ دراصل مدینہ میں جہاں مسلمان آباد ہوئے میٹھے پانی کا صرف ایک ہی کنواں تھا جس کا مالک ایک یہودی تھا۔ وہ کنویں کا پانی فروخت کیا کرتا تھا۔ جن مسلمانوں کی حالت اچھی تھی وہ تو میٹھا پانی خرید لیتے تھے اور دوسرے کھاری پانی پر گذارہ کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مسلمانوں میں تحریک فرمائی کہ یہودی سے میٹھے پانی کا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا جائے۔ کنویں کو عربی میں بئر کہتے ہیں۔ اس کنویں کا نام بئر رومہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بئر رومہ کو خریدے وہ جنّتی ہے۔ حضرت عثمانؓ بہت رحمدل تھے۔ ان سے مسلمانوں کی تنگی دیکھی نہ جاتی تھی۔ چنانچہ آپ نے یہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ اس طرح مہاجرین و انصار کی پینے کے پانی کی تکلیف دور ہوگئی اور آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کی۔ آپ نے اس کنویں کی قیمت بیس ہزار یا بعض کے نزدیک پینتیس ہزار درہم ادا کی۔

حضرت علیؓ

حضرت علیؓ بچپن سے پچیس چھبیس برس کی عمر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ حضرت فاطمہؓ کے ساتھ شادی ہوئی تو علیحدہ مکان میں رہنے لگے۔ اس نئی زندگی کے سازو سامان کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ جو سازو سامان اپنے میکہ سے لائی تھیں اس میں کسی چیز کا بھی خاطر خواہ اضافہ نہ ہوسکا۔ چکی پیستے پیستے حضرت فاطمہؓ کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ گھر میں اوڑھنے کی صرف ایک چادر تھی وہ بھی اس قدر مختصر کہ پاؤں چھپاتے تو سر ننگا ہو جاتا اور سر چھپاتے تو پاؤں کھل جاتا۔ بھوک کی شدت ہوتی تو پیٹ سے پتھر باندھ لیتے۔ ایک دفعہ شدت بھوک میں گھر سے باہر نکلے کہ مزدوری کر کے کچھ کما لائیں۔ عوالی مدینہ میں دیکھا کہ ایک ضعیفہ کچھ اینٹ پتھر جمع کر رہی ہے۔ یہ خیال ہوا کہ شاید اپنا باغ سیراب کرنا چاہتی ہے، اس کے پاس پہنچ کر اجرت طے کی اور پانی سینچنے لگے۔ یہاں تک کہ ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے۔ غرض اس محنت اور مشقت کے بعد ایک مٹھی کھجوریں اجرت میں ملیں۔ کھجوریں ساتھ لے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام کیفیت سن کر نہایت شوق کے ساتھ کھانے میں ساتھ دیا۔

(واقعات ماخوذ کتب سیرت شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ)

حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو وہ ملایک میں نہیں تھا نجوم میں نہیں تھا قمر میں نہیں تھا آفتاب میں بھی نہیں تھا وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الانبیاء سیّد الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نُور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے تمام ہم رنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں۔۔۔ اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سیّد ہمارے مولیٰ ہمارے ہادی نبی اُمّی صادق مصدوق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی۔

گلدستہ سیرت خلفائے احمدیت

ذیشان محمود
مربی سلسلہ ۔سیرالیون

خلفائے احمدیت اور مسیح پاک کی جماعت کا باہمی پیار و محبت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔اس حوالہ سے خلفاء حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کے مختلف واقعات کا ایک گلدستہ پیشِ خدمت ہے۔

جامع دعا

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اپنی ایک جامع دعا کا تذکرہ فرماتے ہیں:۔

میں نے کسی روایت کے ذریعہ سنا تھا کہ جب بیت اللہ نظر آئے تو اس وقت کوئی ایک دعا مانگ لو وہ ضرور ہی قبول ہوجاتی ہے۔ میں علوم کا اس وقت ماہر تو تھا ہی نہیں جو ضعیف و قوی روایتوں میں امتیاز کرتا ۔میں نے یہ دعا مانگی۔ ’’الٰہی میں تو ہر وقت محتاج ہوں اب میں کون سی دعا مانگوں ۔ پس میں یہی دعا مانگتا ہوں کہ میں جب ضرورت کے وقت تجھ سے دعا مانگوں تو اس کو قبول کرلیا کر‘‘۔روایت کا حال تو محدثین نے کچھ ایسا ویسا ہی لکھا ہے مگر میرا تجربہ ہے کہ میری تو یہ دعا قبول ہی ہوگئی۔ بڑے بڑے نیچریوں ، فلاسفروں ، دہریوں سے مباحثہ کا اتفاق ہوا اور ہمیشہ دعا کے ذریعہ مجھ کو کامیابی حاصل ہوئی اور ایمان میں بڑی ترقی ہوتی گئی۔

(مرقاۃ الیقین صفحہ 111)

فصلیں ہری بھری ہوگئیں

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ، حضرت مصلح موعودؓ کی بابت تحریر فرماتے ہیں۔

میرے دفتر میں ایک سکھ دوست جو قصبہ فتح گڑھ چوڑیاں ضلع گورداسپور کے قریب کے ایک گاؤں لالے ننگل کے رہنے والے ہیں تشریف لائے انہوں نے بتایا (میں) تقسیم ملک سے قبل ایک مرتبہ قادیان آیا جمعہ کا دن تھا اور قادیان میں بارش ہورہی تھی حضرت صاحب جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر، بیت اقصیٰ سے اپنے گھر تشریف لے جانے لگے تو میں نے عرض کی کہ قادیان میں تو بارش ہورہی ہے لیکن میرے گاؤں میں سخت گرمی ہے اور وہاں بارش نہ ہونے کے سبب فصلوں کو بہت نقصان ہورہا ہے آپ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ہمارے گاؤں پر بھی بارش نازل فرمائے وہ کہتے ہیں جب

میں نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر ہے اور میں بھی دعا کروں گا اس کے بعد جب میں اپنے گاؤں واپس پہنچا تو وہاں بارش ہو رہی تھی اور جو فصلیں بارش نہ پڑنے کی وجہ سے تباہ ہو رہی تھیں وہ پھر ہری بھری ہو گئیں۔

(الفضل 16 مارچ 1958 صفحہ 5)

حضور کی دعا سے چار لڑکے ہوئے

میاں محمد اسلم آف کماس پتوکی۔ضلع قصور، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی قبولیت دعا کا ایک واقعہ تحریر کرتے ہیں کہ

خاکسار 11 نومبر 1963ء کو احمدی ہوا اور 9 اپریل 1965ء کو خاکسار کی شادی ہوئی۔بارہ سال تک خاکسار کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی تمام رشتہ دار غیر احمدی تھے اور مخالفت کرتے تھے۔وہ تمام اور گائوں والے بھی یہی کہتے کہ چونکہ یہ قادیانی ہو گیا ہے لہٰذہ یہ ابتر رہے گا۔(نعوذ باللہ) خاکسار نے اس تمام عرصہ میں ہر قسم کا علاج کروایا لیکن اولاد نہ ہوئی۔دوسری طرف میری بیوی بھی رشتہ داروں کے طعنے سنکر میری دوسری شادی کرنے پر رضامند ہو گئی۔اس اثناء میں خاکسار نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں تمام حالات لکھ کر درخواست دعا کی کہ خدا تعالیٰ اولاد سے نوازے۔حضور نے خط میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کریگا۔اور ضرور نرینہ اولاد سے نوازے گا۔حضور کی اس دعا کی برکت سے اب میرے چار لڑکے ہیں۔تمام لوگ حیران ہیں کہ یہ اولاد کس طرح ہو گئی حالانکہ لیڈی ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ اس عورت سے اولاد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔خاکسار اس کے جواب میں اپنے غیر احمدی رشتہ داروں کو یہی کہتا ہے کہ یہ حضرت مسیح موعود کی صداقت کا زندہ نشان ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے خلیفۃ المسیح الثالث کی دعا کی برکت سے دیا۔

(ماہنامہ خالد سیدنا ناصر نمبر اپریل، مئی 1983ء۔صفحہ 293,292)

آنکھوں کا نور واپس آگیا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے خطبہ جمعہ فرمودہ 20 جولائی 1986ء کو قبولیت دعا کے نتیجے میں ایک دوست کی انکھوں کی معجزانہ شفایابی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

ڈھاکہ کے ایک احمدی دوست اپنے ایک دوست کے متعلق جو احمدی نہیں لکھتے ہیں کہ میں ان کو سلسلے کا لٹریچر بھی دیتا رہا اور کیسٹس بھی سناتا رہا جس سے رفتہ رفتہ ان کا دل بدلنے لگا۔جماعت کے لٹریچر سے ان کو وابستگی پیدا ہو گئی اور وہ شوق سے لٹریچر مانگ کر پڑھنے لگے۔اس دوران ان کی آنکھوں کو ایسی بیماری لاحق ہو گئی کہ ڈاکٹروں نے یہ کہہ دیا کہ تمہاری آنکھوں کا نور جاتا رہے گا اور جہاں تک دنیاوی علم کا تعلق ہے ہم کوئی ذریعہ نہیں پاتے کہ تمہاری آنکھوں کی بصارت کو بچا سکیں۔اس کا حال جب اس کے غیر احمدی دوستوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے طعن و تشنیع شروع کر دی اور یہ کہنے لگے اور پڑھو احمدیت کی کتابیں۔یہ احمدیت کی کتابیں پڑھ کر تمہاری آنکھوں میں جو جہنم داخل ہو رہی ہے اس نے تمہارے نور کو خاکستر کر دیا ہے۔یہ اس کی سزا ہے جو تمہیں مل رہی ہے۔انہوں نے اس کا ذکر بڑی بے قراری سے اپنے احمدی دوست سے کیا۔انہوں نے کہا تم بالکل مطمئن رہو تم بھی دعا کرو میں بھی دعا کرتا ہوں اور اپنے امام کو بھی دعا کے لئے لکھتا ہوں اور پھر دیکھو اللہ کس طرح تم پر فضل نازل فرماتا ہے۔چنانچہ کہتے ہیں اس واقعہ کے بعد چند دن کے اندر اندر ان کی آنکھوں کی کایا پلٹنی شروع ہوئی اور دیکھتے دیکھتے سب نور واپس آگیا۔جب دوسری مرتبہ وہ ڈاکٹر کو دکھانے گئے تو ڈاکٹر نے کہ اس خطرناک بیماری کا کوئی بھی نشان میں باقی نہیں دیکھتا۔

(ضمیمہ ماہنامہ خالد ربوہ جولائی 1987ء)

بچہ ٹھیک ہوگیا

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورہ جرمنی 2019ء کی رپورٹ میں تحریر ہے:

”بعد ازاں مایوٹ آئی لینڈ (Mayotte Island) سے آنے والے وفد نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کی سعادت پائی...

مبلغ انچارج نے عرض کی کہ ان کے (یوسف لابیون صاحب کے) والدان کو کافر کہتے ہیں اور ان کی بہت مخالفت کرتے ہیں۔

> میرا تجربہ ہے کہ میری تو یہ دعا قبول ہی ہو گئی۔ بڑے بڑے نیچریوں، فلاسفروں، دہریوں سے مباحثہ کا اتفاق ہوا اور ہمیشہ دعا کے ذریعہ مجھ کو کامیابی حاصل ہوئی اور ایمان میں بڑی ترقی ہوتی گئی۔

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان کو نصیحت فرمائی کہ آپ اپنے والد کے لیے دعا کیا کریں کہ خدا تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

موصوف نے عرض کیا کہ ان کے ہاں جب بچہ کی پیدائش ہوئی تھی تو ڈاکٹرز کا کہنا تھا کہ بچہ معذور ہے۔یہ مستقبل میں نہ تو بیٹھ سکے گا، نہ کھڑا ہو سکے گا اور نہ ہی دیکھ پائے گا۔ چنانچہ انہوں نے حضور انور کی خدمت میں دعا کی غرض سے تحریر کیا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچے کی نشو نما معجزانہ رنگ میں ہوئی اور وہی بچہ اب بیٹھ بھی سکتا ہے، اور کھڑا بھی ہو سکتا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا۔

یوسف لابیون صاحب نے ملاقات کے بعد بتایا کہ گو کہ بچہ بیٹھ سکتا تھا اور کھڑا بھی ہو سکتا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں بھینگا پن تھا۔لیکن ملاقات کے بعد حضور انور کے دست مبارک پھیرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے معجزانہ رنگ میں اُس کی آنکھیں بھی ٹھیک کر دیں اور اس کا بھینگا پن بھی دور کر دیا۔الحمد للہ۔“

(الفضل انٹرنیشنل 23/ جولائی 2019ء صفحہ 20)

صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

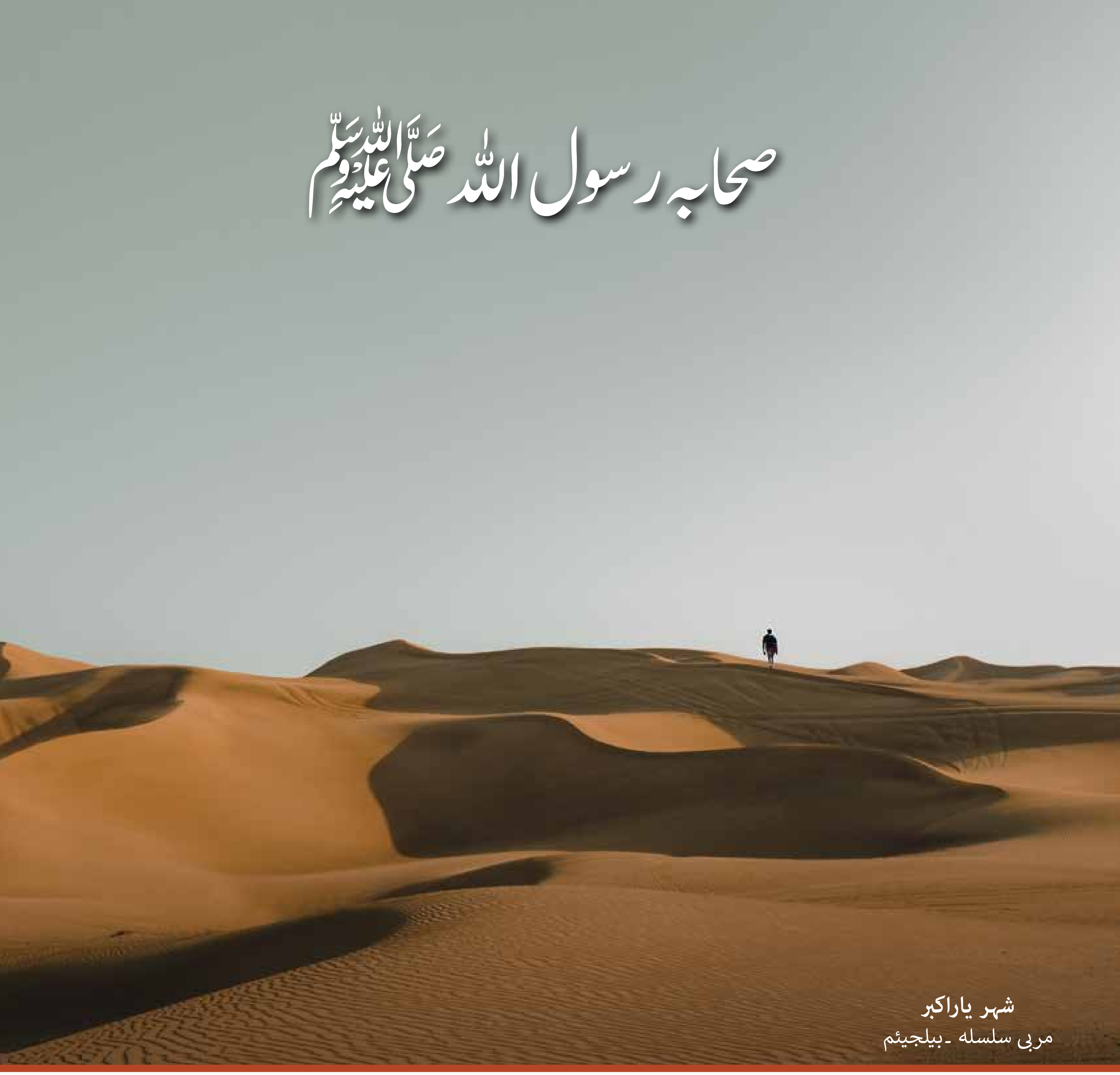

شہر یار اکبر
مربی سلسلہ ۔بیلجیئم

چربی پگھل گئی، کھال پگھل گئی پھر سفید کھال نکل آئی

حضرت خباب کا جو مقام حضرت عمرؓ کی نظر میں تھا وہ بھی دیکھیں کیسا عظیم تھا۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حضرت خباب کو بلا کر اپنی مسند پر بٹھایا اور کہا۔ خباب! آپ اس لائق ہیں کہ میرے ساتھ اس مسند پر بیٹھیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ سوائے بلال کے میرے ساتھ اس مسند پر بیٹھنے کا کوئی اور مستحق ہو۔ انہوں نے یعنی حضرت بلال نے بھی ابتدائی زمانے میں اسلام قبول کر کے بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ حضرت خباب نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین بیشک بلال بھی حقدار ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ بلال کو مشرکین سے بچانے والے موجود تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔ لیکن میرا تو کوئی بھی نہیں تھا جو مجھے اس ظلم سے بچاتا۔ اور ایک دن ایسا بھی آیا کہ مجھے کافروں نے پکڑ لیا اور آگ میں ڈال دیا اور ایک ظالم نے میرے سینے پر پاؤں رکھ دیا جس سے میرے لئے اس آگ سے نکلنا ممکن نہ رہا۔ میری پیٹھ کوئلوں پر پڑے پڑے جل گئی۔ کوئلے دہکا کر انہیں اس پہ لٹا دیا۔ پھر حضرت خباب نے اپنی پیٹھ پر سے کپڑا اٹھا کر دکھایا جہاں سفید لکیروں کے نشانات پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ دہکتے کوئلوں پر لیٹنے کی وجہ سے یہ نشان پڑے ہوئے ہیں۔ چربی پگھل گئی تھی۔ کھال پگھل گئی تھی۔ اس کے بعد یہ سفید کھال نیچے سے نکل آئی۔ حضرت خباب جو تھے وہ جنگ بدر اور خندق میں بھی شامل ہوئے۔ اُحد میں بھی شامل ہوئے۔ اس سب کے باوجود وفات کے وقت فکر ہے کہ پتا نہیں اللہ تعالیٰ راضی بھی ہوتا ہے یا نہیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 88 خباب بن الارتؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

حاکم وقت کے سامنے حق سچ کا بیان

حق بات کہنا اور کسی سے نہ ڈرنا صحابہ کا شیوہ تھا۔ حضرت سعیدؓ بن زید کے بارے میں آتا ہے کہ ایک دن کوفہ میں امیر معاویہ کے مقرر کردہ جو گورنر تھے وہ گورنر ایک دن وہاں جامع مسجد میں بیٹھے تھے۔ حضرت سعید بھی وہاں تشریف لائے۔ گورنر نے بڑی عزت اور تکریم کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ اپنے ساتھ بٹھایا۔ اسی دوران وہاں کوفہ کا ایک شخص آیا اور اس نے حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ حضرت سعیدؓ اس پر سخت ناراض ہوئے۔ یہ نہیں کیا کہ گورنر کے سامنے بول رہے ہو تو حکمت اسی میں ہے کہ مَیں چپ رہوں۔ اور فرمایا کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر بن عوام، سعد اور عبدالرحمن بن عوف جنت میں ہوں گے اور کہنے لگے کہ دسواں بھی ہے۔ اس کا نام میں نہیں لیتا۔ جب زور دے کر پوچھا گیا تو بتایا کہ وہ دسواں میں یعنی سعید بن زید ہوں۔

(سنن ابوداؤد کتاب السنة باب فی الخلفاء حدیث 4650-4649)

کھانا کھلانے اور سلام کا رواج بھی بہترین نیکی

ہر صحابی کا اپنا اپنا انداز ہے۔ ایک موقع پر حضرت عمرؓ نے حضرت صہیبؓ سے کہا کہ تم کثرت سے لوگوں کو کھانا وغیرہ کھلاتے ہو مجھے ڈر ہے کہ اس میں اسراف نہ ہوتا ہو۔ حضرت صہیبؓ نے کہا کہ یہ جو میں کھانا کھلاتا ہوں یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کے مطابق ہے۔ آپ نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور سلام کو رواج دیتے ہیں۔ لوگوں کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہنا یہ ایک نیکی ہے اور بہترین لوگوں کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نشانی بتائی ہے۔ کہتے ہیں یہ نصیحت جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی جو مدینہ آنے پر آپ نے مجھے فرمائی تھی تو میں نے اس کو پلّے باندھ لیا ہے اور میں سوائے جائز حق کے مال خرچ نہیں کرتا، اسراف نہیں کرتا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 924 حدیث 24422 مسند صہیب بن سنانؓ مطبوعہ عالم الکتب العلمیہ بیروت 1998ء)

ناحق قبضے کا بدانجام

حضرت سعید کے غنیٰ اور خوف خدا کے معیار کے بارے میں ایک واقعہ ملتا ہے کہ ان کی ایک جاگیر پر گزر بسر تھی۔ زمین تھی۔ کچھ رقبہ تھا اسی پہ گزارہ ہوتا تھا۔ ایک عورت کا رقبہ بھی آپ کے ساتھ ملتا تھا۔ اس عورت نے ان کی زمین پر ملکیت کا دعویٰ کر دیا کہ آپ نے اس میں سے میرا کچھ رقبہ دبایا ہوا ہے۔ حضرت سعید نے کہا کوئی مقدمہ لڑنے کی ضرورت نہیں اور اپنی اس پوری زمین سے ہی دستبردار ہو گئے۔ رقبہ اس عورت کو دے دیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص ناحق کسی کی زمین ایک بالشت بھی لیتا ہے اسے قیامت کے دن سات زمینوں کا بوجھ اٹھانا پڑے گا۔ تو میں یہ الزام اپنے اوپر نہیں لینا چاہتا اور لڑنا بھی نہیں چاہتا۔ لیکن دنیا یہ بھی نہ کہے کہ کسی کی زمین پر قبضہ کیا ہے۔ کوئی یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ آپ نے ایک عورت کی زمین پر قبضہ کیا ہے اور اب یہ پتا لگ گیا ہے تو زمین واپس دے رہے ہیں آپ بہت زیادہ صاحب دعا گو تھے۔ اس لئے اپنے آپ کو اس بات سے، اس الزام سے بری کرنے کے لئے آپ نے اس عورت کے لئے یہ دعا کی کہ اگر یہ مظلوم نہیں ہے اور یہ ظالم عورت ہے تو اللہ تعالیٰ اسے پکڑے اور اس کا بدانجام ہو۔ چنانچہ کہنے والے کہتے ہیں کہ وہ عورت اندھی ہو کر ہلاک ہوئی اور عبرت کا نشان بنی۔

(صحیح مسلم کتاب الفرائض باب تحریم الظلم ...الخ حدیث 4134)

"زمینی علوم بہت سے ظاہر ہو جائیں گے"

اس آخری زمانہ کے بارہ میں جس میں تمام قومیں ایک ہی مذہب پر جمع کی جائیں گی صرف ایک ہی نشان بیان نہیں فرمایا بلکہ قرآن شریف میں اور بھی کئی نشان لکھے ہیں... زمینی علوم بہت سے ظاہر ہو جائیں گے۔ اور ایک یہ کہ ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جن کے ذریعہ سے کتابیں بکثرت ہو جائیں گی (یہ چھاپنے کے آلات کی طرف اشارہ ہے) اور ایک یہ کہ ان دنوں میں ایک ایسی سواری پیدا ہو جائے گی کہ اونٹوں کو بیکار کر دے گی اور اس کے ذریعہ سے ملاقاتوں کے طریق سہل ہو جائیں گے۔ اور ایک یہ کہ دنیا کے باہمی تعلقات آسان ہو جائیں گے اور ایک دوسرے کو بآسانی خبریں پہنچا سکیں گے... یہ سب علامتیں اس زمانہ میں جس میں ہم ہیں پوری ہو گئیں۔

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۸۳۔۱۸۴)

سیرت صحابہ حضرت مسیح موعودؑ

شہر یار اکبر
مربی سلسلہ ۔بیلجیئم

طاعون کی خوفناک بیماری اور کامل ایمان

حضرت میاں محمد شریف صاحب کشمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میاں جمال الدین صاحب سیکھوانی برادر مولوی امام الدین صاحب سیکھوانی نے حضور سے عرض کیا کہ حضور یہ ہمارا بھائی محمد شریف ہے اور ان کی طرف طاعون کی بیماری کا بہت زور ہے۔ یعنی اُس علاقے میں جہاں سے یہ آئے تھے۔ ان کے لئے دعا کریں۔ تو حضور علیہ السلام نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ طاعون کس طرح ہوتی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ پہلے چوہے مرتے ہیں۔ فرمانے لگے کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نوٹس ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ حضور! جب سرخ پھوڑا نکلے تو وہ بیمار بچ جاتا ہے اور زرد والا نہیں بچتا۔ حضور نے فرمایا کہ کیا آپ وہاں جایا کرتے ہیں؟ مَیں نے عرض کیا، پوچھا کیا مَیں جایا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ پرہیز ہی اچھا ہے۔ عام طور پر اُن کے پاس نہ جایا کرو۔ مگر جس کو ایمان حاصل ہے اُس کو کوئی خطرہ نہیں وہ طاعون سے نہ مرے گا۔ مَیں نے عرض کیا کہ میری بیوی طاعون سے مری ہے۔ حضور نے فرمایا معلوم ہوتا ہے مجھ پر اُس کا کامل ایمان نہیں تھا۔ اگر ایمان ہوتا تو وہ ایسی بیماری سے نہ مرتی۔ تو کہتے ہیں میں سمجھ گیا کہ اُس نے بیعت نہیں کی تھی۔ پھر حضور نے فرمایا کہ آپ استغفار پڑھا کریں۔ ہمارا سارا کنبہ بیماری میں مبتلا تھا۔ حضور کو میں نے لکھا تو حضور نے پھر فرمایا کہ استغفار پڑھو اور ہم نے پڑھا اور اللہ کے فضل سے سب اچھے ہو گئے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد12 صفحہ116-115روایت حضرت میاں محمد شریف صاحب کشمیریؓ)

ہماری کتابوں کو پڑھنے والا کبھی مغلوب نہیں ہو گا

حضرت میاں محمد دین صاحبؓ ولد میاں نورالدین صاحب ہی فرماتے ہیں۔ میرے دل میں گزرا کہ مَیں علمِ دین سے ناواقف ہوں اور مولوی لوگ مجھے

تنگ کریں گے۔ مَیں کیا کروں گا اور پوچھنے سے بھی شرم کر رہا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یا کسی اور سے بھی پوچھنے سے شرم تھی۔ جو آپ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بغیر میرے پوچھے اُس کا جواب دیا۔ کہتے ہیں کہ میرے سوال کہ جب آپ کے بائیں پہلو پر لیٹے ہوئے تھے، مسجد مبارک کے چھت پر محراب میں تھے اور آپ کا سر جانب شمال تھا اور مَیں پیٹھ کے پیچھے بیٹھ کر مشرق کی طرف منہ کر کے آپ کو مٹھیاں بھر رہا تھا، دبا رہا تھا۔ پوچھنے سے مجھے شرم تھی لیکن بہر حال مَیں بیٹھا تھا دل میں خیال آیا دباتے ہوئے تو کہتے ہیں لیٹے لیٹے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری طرف منہ فرمایا اور ایسے بلند لہجہ اور رعب ناک آواز سے فرمایا کہ مَیں کانپ گیا۔ فرمایا "ہماری کتابوں کو پڑھنے والا کبھی مغلوب نہیں ہوگا"۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد7 صفحہ49 روایت حضرت میاں محمد الدین صاحبؓ)

طاعون کی بیماری اور مالی قربانی کے ثمرات

ایک روایت میں حضرت چوہدری فتح محمد صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک میرے بھائی نواب دین کو خواب آیا کہ حضور نے میرے سے آٹھ آنے کے پیسے مانگے ہیں۔ پھر میں اور نواب دین دونوں پیسے دینے گئے اور خواب سنائی تو حضور نے فرمایا کہ اس خواب کے نتیجے میں تم علم پڑھو گے۔ سو جب مولوی سکندر علی ہمارے گاؤں میں آگئے تو اُن سے میں نے اور نواب دین نے بلکہ اور بہت سارے لوگوں نے قرآن مجید پڑھا اور کچھ اُردو کی کتابیں بھی پڑھیں۔ جو حضور کا فرمانا تھا پورا ہوگیا۔ پھر آگے کہتے ہیں کہ ہمارے گاؤں میں ایک پیپل کا درخت تھا جو ہم نے مرزا نظام الدین صاحب کے پاس فروخت کیا تھا اور اُس وقت ہمارے گاؤں میں بیماری طاعون تھی اور ہم نے وہ روپے جو پیپل کی قیمت کے تھے وہ سیر پر آتے وقت حضرت صاحب کے آگے نذر کر دیئے اور حضور راستے سے ہٹ کر ہمارے گاؤں میں مسجد کے پاس آکر دعا کرنے لگ گئے اور بیماری دور ہوگئی۔ گاؤں میں جو بیماری تھی۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد1 صفحہ57-56 روایت حضرت چوہدری فتح محمد صاحبؓ)

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"

میاں محمد شریف کشمیری صاحب ہی فرماتے ہیں کہ جمال الدین صاحب سیکھوانی ولد میاں صدیق صاحب نے مجھے بتایا کہ میں نے خیال کیا کہ جب بادشاہ کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے کا یہ الہام ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کہ "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" تو کیا ہمیں برکت حاصل نہ ہوگی۔ اُن کی آنکھوں سے پانی بہتا تھا۔ انہوں نے حضور کی پگڑی کا پلہ ایک موقع ملا اُن کو تو آنکھوں پر پھیرا تو آنکھیں اچھی ہوگئیں۔ کہتے ہیں مجھے بھی ککرے تھے آنکھوں میں، میں نے بھی پلّہ اپنی آنکھوں پر پھیرا اور وہ اچھی ہوگئیں۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد12 صفحہ119-118 روایت حضرت میاں محمد شریف صاحب کشمیریؓ)

مہمانوں کا حق

مہمانوں کے حق کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے اور جو مہمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بلانے پر روحانی مائدہ حاصل کرنے کے لئے آ رہے ہوں جو اس لئے دور دراز سے خرچ کر کے آ رہے ہوں کہ پاکستان میں جلسوں پر پابندی ہے۔ ہمیں جس فیض سے محروم کر کے دنیاوی حکومتوں نے روکیں کھڑی کر رکھی ہیں اس سے فیضیاب ہونے کے لئے ہم سے جو بھی بَن پڑتا ہے کرنا ہے اور کرنا چاہئے۔ اگر اپنے اوپر بوجھ ڈال کر بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں سے فیضیاب ہوا جا سکتا ہے جو آپؑ نے جلسے والوں کے لئے کیں تو ہونا چاہئے۔ کئی مخلصین یہاں آتے ہیں، مَیں نے پہلے بھی کہا کہ نہ انہوں نے یہاں سے کوئی دنیوی مفاد حاصل کرنا ہے، نہ ان کا کوئی عزیز یہاں ہے جس سے ملنا ہے۔ کوئی ذاتی مفاد نہیں، خالصتاً صرف جلسے کے لئے چند دن کے لئے آئے ہیں اور جلسے کے بعد چلے جائیں گے۔ بعض بڑی عمر کے عورتیں بھی اور مرد بھی مجھے ملے ہیں کہ گزشتہ کئی سال سے ہم ویزے کے حصول کی کوشش کر رہے تھے لیکن ویزا نہیں ملتا تھا۔ تو اس دفعہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرما دیا اور ویزا مل گیا۔ جب یہ لوگ ملتے ہیں تو انتہائی جذباتی کیفیت ہوتی ہے۔ بعضوں کی تو روتے ہوئے ہچکی بندھ جاتی ہے۔ انتہائی اخلاص اور وفا کا اظہار ہو رہا ہوتا ہے۔ تو یہ مہمان ہیں جو اللہ تعالیٰ کی خاطر آنے والے مہمان ہیں۔ ان کی مہمان نوازی پر یقیناً اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوگا۔ پس کارکنانِ جلسہ کو خوش ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ثواب کا موقع عطا فرمایا اور یہ ان کے لئے بہترین موقع ہے جس سے ان کو فائدہ اٹھانا چاہئے۔ کسی مہمان کی عزت اس کے ظاہری رکھ رکھاؤ کی وجہ سے نہیں کرنی، کسی کی سادگی کو نہ دیکھیں بلکہ اس اخلاص کو دیکھیں جس کے ساتھ وہ یہاں جلسہ سننے کے لئے آئے ہیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰؍ جولائی ۲۰۰۷ء)

عشقِ حقیقی یا مجازی

الف فضل (مربی سلسلہ)

عشق عربی زبان کا لفظ ہے جس میں انتہائی شدید جذباتی تعلق پایا جاتا ہے قرآن میں یہ لفظ نہیں آیا بلکہ قرآن کی تعلیم اعتدال پر مبنی ہے قرآن میں اشد حباً للہ یعنی محبت اور انس کی تلقین ہے جو ایک متوازن حد میں پرورش پانے والا جذبہ ہے اوریہی محبت کسی درجے پر جا کر جنوں کہلاتی ہے۔ عشق کا محرک مجازی یا حقیقی ہو سکتا ہے۔ عشق کسی محبوب سے یا ہستی کے حصول کے لئے جدو جہد اور شدید خواہش کا نام ہے جو ناممکن کو ممکن میں بدل دیتا ہے۔ کہیں فرہاد سے نہر کھد واتا ہے تو کہیں سوہنی کو کچے گھڑے پر تیرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

عشق حقیقی میں اُس جمال حسن کی انتہائے آرزو ہے جس کو عالم موجودات میں اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر تخلیق کرتے ہوئے ظاہر کی۔ انسانوں کے مابین اُنس اور محبت کا متوازی جذبہ عشق کی شکل اختیار کرتا ہے۔ جس میں نفسیاتی اور جسمانی کیفیتیں ظہور میں آتی ہیں اور یہ نفسانی خواہشوں سے مبراء اور پاک ہوتا ہے اور یہ جذبہ عشق عبادت کی ایک اعلیٰ شکل اختیار کر لیتا ہے اور اسی حقیقی عشق کی بدولت ابراہیمؑ خلیل اللہ یعقوبؑ اسرائیل اور موسیٰؑ کلیم اللہ کہلائے۔

آنحضورؐ نے اللہ کی محبت کے حوالے سے بہت دلنشین انداز میں یہ مضمون سمجھایا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے

ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی لائے گئے جن میں ایک عورت بھی تھی جب وہ قیدیوں میں کسی بچہ کو دیکھتی تو اسے اٹھاتی اپنے سینہ سے لگاتی اور پھر اسے دودھ پلاتی۔ دوسری روایتوں میں آتا ہے کہ وہ اسی طرح کرتی رہی یہاں تک کہ اس کا اپنا بچہ اسے مل گیا اور وہ اسے گود میں لے کر اطمینان کے ساتھ بیٹھ گئی۔ رسول کریمؐ نے اس عورت کو دیکھا اور پھر صحابہؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنا بہت بڑا عمل ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے اگر کوئی شخص اس سے کہے کہ اپنے بچہ کو آگ میں پھینک دے تو کیا یہ اسے پھینک دے گی؟ صحابہؓ نے عرض کیا خدا کی قسم! اگر اس کا بس چلے تو وہ کبھی اپنے بچہ کو آگ میں نہیں پھینکے گی۔ رسول کریمؐ نے فرمایا تم نے جو اس عورت کی محبت کا نظارہ دیکھا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ اپنے بندوں سے محبت رکھتا ہے۔ ماں سے تو دس آدمی مل کر اس کا بچہ چھین سکتے ہیں مگر وہ کون ماں کا بچہ ہے جو خدا کی گود سے کسی کو چھین سکے۔ اس لیے خدا کی محبت زیادہ شاندار اور زیادہ پائیدار اور زیادہ اثر رکھنے والی ہے۔

(مسلم کتاب التوبۃ باب فی سعۃ)

پس عشق حقیقی میں محبوب لپکتا ہے، قریب آتا ہے اور چاہت میں ماں کی ممتا کو بھی کہیں پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔

صوفیاء اکرام میں یہ عشق خالص نیکی کا مضمون ظاہر کرتا ہے اور یہ اس منظم اُنس و محبت کا قدرتی ارتقاء کا مغز ہے۔ غرض ہر عشق کے مدارج مختلف ہیں۔ کوئی عشق مجازی میں ہی ڈوب کر رہ جاتا ہے۔ تو کوئی عشقِ مجازی سے حقیقی تک رسائی حاصل کر کے حقیقی اعزاز و شرف حاصل کرتا ہے۔

درویش سے کسی نے ایک بار سوال کیا تھا کہ عشق حقیقی اور عشق مجازی میں کیا واضح فرق ہے۔ دونوں عشق ہی تو ہیں اور دونوں میں چاہا جانا ہی تو شرط ہے؟

درویش مسکرایا اور مٹی کے گھڑے سے ٹھنڈے پانی کا پیالہ نکال کر تھماتے ہوئے کہنے لگا: ت

ہم جب تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کرتے ہیں تو عشق مجازی جوشش جحت میں دکھائی دیتی ہے ہم اسے میر کے الفاظ میں یوں دیکھتے ہیں۔

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے   اسکی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

عشق مجازی کیا ہے ۔یہی کہ تم کسی انسان کے عشق میں پاگل ہو جاتے ہو۔ چلو ہو گیا عشق ، اب کیا، کوئی تمہارے محبوب کی طرف دیکھے تو برا لگے گا ،کوئی اس کا عاشق بنے تو اسے قتل کرنے کے درپہ ہو جاو گے ، کوئی اس سے محبت کی باتیں کرے تو اس داستان کو سے نفرت کرنے لگو گے ۔یعنی عشق مجازی رقیب سے نفرت سکھانے لگتا ہے۔

لیکن عشق حقیقی میں ایسا نہیں ہوتا، یہ تو سراپا عشق ہے۔ عشق حقیقی میں رقیب سے بھی محبت ہونے لگتی ہے۔ محبوب کا ذکر کرنے والے کو تلاش کیا جانے لگتا ہے۔ محبوب کے عاشق سے بھی عقیدت ہو جاتی ہے

ابتداء عشق کی لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ سے ہوئی اور کیا ہی کس قدر اونچا اور بلند یہ عشق کی روشنی کا مینار ہے جس میں ایک ذرہ ایک خاکی کو تخلیق کرنے کے بعد اس کو یسین کہہ کر بلانا اور اگر میں یہ کہوں کہ افلت شموس الاولین وشمسنا ابداً علی الافق العلیٰ لا تغرب یہ وہ سورج جس کا ذکر حضرت ابراہیمؑ نے اپنے وقت میں کیا آپ نے ستارے کو دیکھا اور اس سے محبت کا اظہار کیا لیکن جب وہ غروب ہو گیا تو آپ مایوس ہو گئے کہ اس سے محبت کا کیا فائدہ آپ نے چاند کو دیکھا اسے محبت کا اظہار کیا لیکن جب وہ غروب ہو گیا آپ دوبارہ مایوس ہوئے کہ یہ میرا محبوب نہیں ہو سکتا۔ تب آپ کی نگاہ سورج پر پڑی آپ نے سورج کو دیکھا اسکی محبت میں دل میں پیدا ہوئی لیکن سنت الٰہی کے مطابق کل شیءھالک الا وجھہ (القصص89) سورج کے غروب ہونے پر محبت بھی باطل ثابت ہوئی۔

رات کی تاریکی میں کسی بھٹکے راہی کو جب صبح کا ستارہ دکھائی دیتا ہے تو وہ اسکے لئے اسکی منزل کی نشاندہی کرتا ہے۔ ہر چیز اپنے محو اور مرکز کی طرف کائنات میں اپنی زندگی کے سفر پر رواں دواں ہے گو کیا حسین و جمیل نظام ہے ہر چیز اپنے دائرے حیات میں سرگرم و محدود دکھائی دیتی ہے۔ کل فی فلک یسبحون میں اس حقیقت کی نشاندہی کی گئی ہے جس کو بہت پیارے انداز میں حضرت اقدس نے بیان کیا:

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا   بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہو گیا   کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمال یار کا

چشمہ خورشید میں موجیں تیری مشہود ہیں   ہر ستارے میں تماشہ ہے تیری چمکار کا

ایک طرف ہمارے پیارے محبوب محسن رب رحمٰن نے فرمایا کہ دنیا کی ہر چیز باطل ہے اور اس تصویر کا دوسرا رخ اس محبِ نے فلسفی انداز میں ہمارے سامنے پیش کیا ہے کہ ماخلقت ھذا باطلاً ”میں نے کسی چیز کو بے سود تخلیق نہیں کیا“ اور شجر و حجر جمادات و نباتات ہر چیز اس کی مدح سرائی میں ہر لحہ مگن رہتی ہے۔

ہے ذکر تیرا گلشن گلشن   سبحان اللہ سبحان اللہ

مصروف ثناء سرو و سمن   سبحان اللہ سبحان اللہ

انسان کی ابتدائی تخلیق اسکا پتھر کا زمانہ پتھروں کو پوجنا مکہ کو اپنے اپنے محبوب معبود بتوں سے آراستہ کر دینا انسانی تخلیق اور اس کا اپنی منزل کی طرف ارتقاء کا سفر اسی لمحہ کا منتظر تھا کہ وہ خدا کا محبوب جسکے ذریعہ صانع قدرت و مصور کائنات اور آسمانی محبت پر باران رحمت نے اپنے رنگ اپنے دست محبت سے بھرنے تھے آپ ﷺ کی آمد نے خدا کے گھر کو بتوں سے خالی کیا بتوں کی محبت سے خالی کیا اور کیا خوب حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

جاءوك منهوبين كالعريان   فسترتهم بملاحف الايمان

جب انہیں افلاس اور بے چارگی نے آلیا، تو نے ڈھانپ کر ایمان کی چادر میں ان کو جالیا۔

تركوا الغبوق وبدلوا من ذوقه   ذوق الدعاء بليلة الاحزاني

چھوڑ کر وہ مے سرورِ عشق میں گانے لگے اور شبینہ التجاؤں کے مزے آنے لگے۔

انسان کی عبادت سے محبت اس کی فطرت میں رکھی گئی ہے لیکن جو آمد محبوب ﷺ سے پہلے عبادت کے لئے شہادت کی انگلی جولات منات اور عزیٰ کے لئے اٹھتی تھی وہ اللہ اعلیٰ وعزاجل، اللہ اعلیٰ وعزاجل محبوب حقیقی کے لئے ہر انسان کی دل کی آواز اب تاقیامت سربلندی کی صورت میں بن کر شہادت کے لئے اٹھنی ضروری ہو گئی۔

وہ دیکھتا ہے غیروں سے کیوں دل لگاتے ہو

جو کچھ بتوں میں پاتے ہو اس میں وہ کیا نہیں

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

”وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے۔ اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے۔ اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے۔ اور دُنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا۔ اور نہ کسی کان نے سُنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دُعائیں ہی تھیں جنہوں نے دُنیا میں شور مچا دیا۔ اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اُس اُمی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلَيْهِ وَآلِهٖ بِعَدَدِ هَمِّهٖ وَ غَمِّهٖ وَحُزْنِهٖ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ وَ اَنْزِلْ عَلَيْهِ اَنْوَارَ رَحْمَتِكَ اِلَى الْاَبَدِ۔“

(برکات الدعا۔ روحانی خزائن جلد6 صفحہ 11-10)

وہ انسان جو پتھروں سے سر ٹکرا کر پھوڑتا اور بے سود زندگی گزار کر دنیا سے رخصت ہو جاتا اس کے سامنے مجازی محبت کے سفر سے اسے نکال کر خالق حقیقی کے محبت کے سفر پر اسے گامزن کیا گیا ہے۔ میں قربان جاؤں اس بت شکن کے جس نے اکیلے میں خالق حقیقی کی محبت کو پہچانتے ہوئے بتوں کے سر قلم کئے اور اس حقیقی جہاد کے سفر میں آگ میں کود جانا منظور کیا۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

عقل ہے محو تماشہ ء لب بام ابھی

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا

آگ کر سکتی ہے انداز گلستان پیدا

وہ عشق حقیقی ہی تھا جس کے باعث کوئی صدیق اکبر کہلایا، تو کوئی سیدنا بلال بنا، تو کوئی اویس قرنی سا مقام و مرتبہ پا گیا اور حقیقی عشق کے سفر میں بلندیوں تک جا پہنچے۔ واللہ واللہ کیسا عشق و وفا کا تعلق ہے، وہ لوگ جن کی محفلوں میں جام کے پیالوں کے سرگرداں دور ہوا کرتے تھے اور دل مادی دنیا کی محبت سے بھرے ہوئے ہوتے تھے جب انہوں نے عشق مجازی سے عشق حقیقی کا سفر اختیار کیا تو سب محبتوں سے۔ بیزار ہو کر اپنے دلوں کو خدا کے عشق سے ایسا سرشار کیا کہ اس عشق و محبت کی ایک جھلک شراب کی ممانعت پر شراب کے مٹکوں کے ٹوٹنے اور مدینہ کی گلیوں میں شراب کی ندیاں بہنے کی صورت میں نظر آتی ہے اور اسے بڑھ کر کئی بے شمار اور بے لوث قربانیاں تھیں جن کے سبب یہ لوگ جلیل القدر صحابہ (اصحابی کالنجوم) کہلوائے اور دنیا کے لئے ایک مشعل راہ قائم کر گئے اور اس کے برعکس بلعم بعور عشق مجازی میں غرق ہو کر دنیا کی طرف گر گیا اور زمین کا کیڑا کہلایا۔

یہ سراسر سب ذکر الٰہی اور محبت الٰہی کا پیش خیمہ ہے۔ دنیا والے فانی اموال جمع کرتے ہیں مگر خدا والوں نے سب کچھ دے کر خدا کو پا لیا۔

پس آج انسانیت جس دوراہے پر اور جس آگ کے دہانہ پر کھڑی ہے عشق مجازی کے نام پر اپنی زندگی کو ہلاکت کی وادیوں میں لے جا رہی ہے آسمان پر ان بھٹکے ہوئے لوگوں کی راہنمائی کے لئے آسمان احدیت سے منادی کی جا رہی ہے کہ اے بھٹکے راہ گیر تیرا عشق مجازی کا سفر اپنی انتہا کو پہنچا آج سے دلبر حقیقی کے دامن کو تھام اور عشق حقیقی کے سفر پر روانہ ہو کیا خوب محبوب خدا ﷺ تمام طاقتوں کے مقابل پر اور ایسے غلط ذہنوں کی تفخرانہ دعوتوں کو رد کرتے ہوئے کہ جب آپ سے کہا گیا کہ اے محمد ﷺ دنیا کی تمام آسائشیں تیرے لئے ہیں خدا کے لئے ہمیں بے مذہب کی طرف پھینکنے کی کوشش نہ کر گویا کہ آپ سے پہلے عشق مجازی انسانی ذہنوں پر غالب تھا۔ ایسے میں آپ کے چچا جنکی پناہ آپ کو حاصل تھی آپ سے فریادی ہوتے ہیں کہ اے میرے بھتیجے تو خود کو اس آگ میں نہ ڈال جس سے میں تجھے بچا نہ سکوں ایسے میں آنحضور ﷺ کے دل سے آواز بلند ہوتی ہے ادعوکم الی النجات و تدعوننی الی النار نہایت پر جوش اور پر عزم انداز میں باآواز زور فرماتے ہیں اے میرے چچا اگر میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تب بھی میں اپنے محبوب کے حسن کو نہیں چھوڑ سکتا گویا کہ اس زمانہ میں بھی شیریں اور فرہاد، ہیر اور رانجھا کی داستانیں عشق مجازی کے سفر پر رواں دواں تھی لیکن محبوب خدا نے جس شیریں کو دنیا کے سامنے میں پیش کیا چناچہ اس شیریں نے خود تیشہ فرہاد تھام کر اس مشن کو پورا کرنے کے لئے راستے میں حائل تمام دشت و جبل کو کاٹ کر رکھ دیا۔ تب رحمانیت کا مجسم پیکر رحمت للعالمین نے مشرق و مغرب میں عشق مجازی کے سفر پر رواں انسانیت کو عشق حقیقی کے سفر اور حقیقی قبلہ ابلاغ کی طرف انکے ذہنوں کو سمت عطا کی اور قوت قدسی سے جلا بخشی۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے وقت میں جب انسانیت مادی دنیا کی محبت میں سرشار دنیا کی مال و دولت کی محبت میں کھوئی ہوئی نظر آتی ہے اسکا نقشہ کھینچتے ہوئے میرا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا: ”باغ جنت سے نکلنے والا راستہ بھول گیا لگتا ہے“۔

بھنور میں پھنسی انسانیت کی ناؤ کو بچانے کے لئے ایک دفعہ پھر خدائے عزوجل کائنات سے روئے زمین پر بسنے والوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے تا کہ ہلاک کرنے والے بھنور میں سے انسانیت کو بچائے اور عشق مجازی سے نکال کر عشق حقیقی کی راہ دکھلائے اور اس کام کے لئے خدا ایک بار پھر مسیح محمدی کو کھڑا کرتا ہے اور وہ مرد خدا باآواز بلند منادی کرتا ہے کہ:

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے

ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا راستہ

فاتح ظلمت میں تم کیا بیٹھے ہو لیل و نہار

مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے تھکتے نہیں۔ کیونکہ ایک دن وہ رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے۔ مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔ مبارک تم جبکہ دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری روح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینے میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے۔ اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کیلئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے اور تمہیں بے تاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے۔ کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جاوے گا۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں، نہایت کریم و رحیم، حیا والا، صادق وفادار، عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا۔ دنیا کے شور و غوغا سے الگ ہو جاؤ اور نفسانی جھگڑوں کا دین کو رنگ مت دو۔ خدا کے لئے ہار اختیار کر لو اور شکست کو قبول کر لو تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ۔ دعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائے گا اور مانگنے والوں کو ایک خارق عادت نعمت دی جائے گی۔ دعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے۔ دعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے۔

(لیکچر سیالکوٹ۔ روحانی خزائن جلد20)

لامکانی کا بہر حال ہے دعویٰ بھی تمہیں

نحنُ اقرب کا بھی پیغام سُنا رکھا ہے

سوال پیدا ہوتا ہے کہ محبت الٰہی کس چیز کا نام ہے اور اس سے کیا مراد ہے؟

اس بارہ میں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ”خدا کے ساتھ محبت کرنے سے کیا مراد ہے؟ یہی کہ اپنے والدین، جورو، اپنی اولاد، اپنے نفس غرض ہر چیز پر اللہ کی رضا کو مقدم کر لیا جاوے۔ چنانچہ قرآن شریف میں آتا ہے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا یعنی اللہ تعالیٰ کو یاد کرو کہ جیسا تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ اور سخت درجہ کی محبت کے ساتھ یاد کرو۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ188)

آپؑ کا یہ نظریہ تھا کہ ”خدا کی راہ میں ہر ایک ذلت اور موت فخر کی جگہ ہے۔“

(کتاب البریہ بحوالہ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 30)

عشقِ الٰہی میں آپؑ فنافی اللہ کے مقام تک پہنچے ہوئے تھے۔ فرماتے ہیں کہ

دیکھتا ہوں اپنے دل کو عرشِ ربّ العالمیں

قرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اترا مجھ میں یار

لوگ کچھ باتیں کریں میری تو باتیں اور ہیں

میں فدائے یار ہوں گو تیغ کھینچے صد ہزار

”صادق المحبت انسان جو سچی محبت خدا تعالیٰ سے رکھتا ہے وہ وہ یوسف ہے جس کے لئے ذرہ ذرہ اس عالم کا زلیخا صفت ہے“۔

قرونِ اولیٰ کی تاریخ کا ہر لمحہ اس میں ہونے والے واقعات خصوصاً حضرت یوسف ک اواقعہ جو بے سود عشق کی کہانی کو بیان کرتا اور حقیقی و لازوال عشق کی سربلندیوں کی داستان کو ہمارے سامنے بیان کرتا ہے۔

حضرت یوسف کے آبائی حالات ایک کمسن بچے کے خواب کے سفر سے ہمیں ہم آہنگ کرتی ہے آپ کا گیارہ ستاروں کا دیکھنا، انکا سجدہ ریز ہونا اور والد کا اس خواب کا کسی سے اظہار کرنے سے منع کرنا آپکی غیر معمولی انفرادی زندگی کے خدوخال جو باپ کے دل کو اپنی محبت کی طرف کھینچتے تھے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ عشق مجازی کا سفر تھا جس میں امتحانات آپ کے بھائیوں کے حسد کی شکل میں اور کنویں جھانکنے کی شکل میں تصویر سامنے لاتے ہیں، اور پھر آپکی زندگی کا ایک نیا باب شروع ہوتا ہے جو کہ قافلہ سے دربار مصر اور زلیخا سے قید خانہ اور ایک محیط سفر رکھتا ہے۔لیکن میں سوچتا ہوں کہ اگر زلیخا آپ کو بے سود محبت کے امتحان میں نہ ڈالتی تو شاید وہ حقیقی عشق کا شعلہ دنیا کو نہیں دکھائی دیتا جس میں دنیا کی زندگی کی قید و بند کی زنجیروں سے نکال کر آسمانی رفعتوں کے بلند مقام سے سرفراز کیا۔

دنیا میں ہم جب نرنگ حیات سانحہ در سانحہ ادوار زندگی پر غور کرتے ہیں تو راہ زیست کا مسافر کبھی رنج و ملال کی دنیا کا شکار ہو کر مایوسی کا دامن تھامے زندگی سے ناامیدی اختیار کرتا ہے اور کبھی عیش و عشرت کے لمحات جب اسے نصیب ہوں تو وہ دنیا مافیھا سے بے فکر ہو کر اپنی طبیعت کے سیلانی ماحول میں گرفتار ہو کر مقصد حیات کو پس پشت ڈال دیتا ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت حالت کچھ ایسی ہوتی ہے۔

جو میں سربسجدہ ہوا کبھی تو زمین سے آنے لگی صدا

تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

ہم جب کامیاب انسانوں کی زندگی کے ادوار آداب و سلیقے اور جدوجہد زندگی پر غور کرتے ہیں اور انبیاء علیھم السلام کی لائی ہوئی تعلیمات پر غور اور سیرت و سوانح کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارا ذہن یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ ہم نے اپنی زندگی یا تو روتے بسورتے یا عیش و عشرت میں گزار دی ،چاہئے تو یہ تھا کہ ہم اپنے ہر قدم ہر سوچ اور ہر عمل کو مقصد حیات کے حصول کی خاطر گزارتے اور حالات کی الجھی ہوئی زلفوں کو مقصد حیات کے مطابق سنوارنے کی کوشش کریں۔

انسان کے اختیار میں ہے کہ وہ چاہے تو زمین کا کیڑا بن کر رینگتے ہوئے زندگی گزارے اور چاہے تو فلک بوس پرواز کے انداز میں شاہین پرواز مثل اختیار کرے۔

وہ تعلیمی تشنگی جو ہماری نسل کو محسوس ہوتی ہے کاش کے آج ہماری تعلیم عشق حقیقی کے آب سے تشنگی کو دور کرے اس انداز سے جیسے ایک پرندہ اپنی چونچ میں پانی لے کر اپنے بچوں کو سیراب کرتا ہے کیسا حسین منظر ہے۔کاش وہ آسمانی دودھ جو آئندہ زمانہ کی تشنگی کو مٹانے کے لئے ایک چشمہ شیریں کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اس سے آنی والی نسلوں کی آبیاری کر سکیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تقریر تعلق باللہ کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگ میرے پاس مختلف دنیاوی اغراض کے بارے میں دعا کی درخواست لے کر آتے ہیں، حالانکہ ہماری اوّلین دعا تو یہ ہونی چاہیے کہ ہمارا خدا تعالیٰ سے تعلق ہو کیونکہ یہی ہمارا مقصدِ حیات ہے۔ اگر خدا کے ساتھ سچا تعلق پیدا ہو جائے تو سب کچھ اسی میں آجاتا ہے جیسے ”ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں“۔

پھر حضورؓ مزید فرماتے ہیں کہ خدا کا ملنا اور اس سے انسان کا تعلق پیدا ہونا ہی سب سے اہم اور ضروری چیز ہے۔ جبکہ لوگ انفرادی اور معمولی چیزوں کے حصول پر خوشی کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ بہت خوش قسمت ہیں حالانکہ ان چیزوں کے حصول کے بعد بھی ہزاروں چیزوں کی احتیاج انسان کو باقی رہتی ہے۔لیکن خدا تعالیٰ پر ہمیں کامل یقین ہو کہ وہ ہمیں مل سکتا ہے تو انسان قطعی اور یقینی طور پر کہہ سکتا ہے کہ اب مجھے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔ انبیاء بڑے قیمتی وجود ہیں اور ان کی محبت انسان کے ایمان کا ایک ضروری جزو ہے لیکن یہ کس طرح ہو سکتا ہے کسی کو خدا مل جائے اور اسے انبیاء نہ ملیں۔انبیاء تو اسے شوق سے ملیں گے اور کہیں گے کہ جو تمہارا محبوب ہے وہ ہمارا بھی محبوب ہے اور جب وہ تم سے محبت کرتا ہے تو ہم بھی تم سے محبت رکھتے ہیں اس لیے ہمیں ا دنیٰ چیزوں کے حصول کی جدوجہد کے بجائے اعلیٰ ترین ذات سے تعلق کے حصول کی جانب متوجہ ہونا چاہیے۔

(انوار العلوم جلد 23)

اے کاش ہم وہ تاریخ دہرا سکیں جیسے حضرت یوسف نے کنوئیں جھانکیں اور زلیخا کی بے سود محبت کے جال میں سے نکل کر خدا کی محبت کے حصول میں عشق الہیٰ کے اسیر ہوئے اور عشق الہیٰ کا حقیقی عشق ایسا لازوال اور سود مند ثابت ہوا جس نے بے شمار رفعتوں اور سربلندیوں سے نوازا۔

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے

گو کہو کہ دیوانوں میں کرتا ہوں اس کا انتظار

انسان اپنے لئے منزلیں اور راستے خود چنتا ہے اُس کے خود چُننے پر صرف اُسکا خود کا اختیار ہے. اگر وہ چاہے تو اپنے لیے اچھا راستہ بھی اختیار کر سکتا ہے اور بُرا بھی ،اِسی طرح وہ چاہے تو عشقِ حقیقی کی منزل کو بھی چُن سکتا ہے اور عشقِ مجازی کی مَنزل کو بھی...

اگر ہم انسان کی پیدائش پر غور و فکر کریں تو ہم یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے

ہیں کہ کہ آدم کی پیدائش سے لے کر یہی ہوتا آیا ہے کہ بچہ پیدا ہوتا ہے کچھ بڑا ہوتا ہے تو تعلیم حاصل کرنا شروع کر دیتا ہے پھر تعلیم سے فارغ ہوتا ہے تو رزق کے حصول کے لیے کوشش کرتا ہے۔ کچھ لوگ صرف عام کام حاصل کرتے ہیں کچھ متوسط رزق حاصل کرتے ہیں اور کچھ دولت کے لیے بے حد جدوجہد کرتے ہیں اور اسے حاصل کر لیتے ہیں۔ پھر انسان بوڑھا ہوتا ہے اور پھر آخر ایک دن اس جہان سے رخصت ہو جاتا ہے مگر بالکل خالی ہاتھ ہوتا ہے سوائے ایک کفن جو اس کے اوپر ہوتا ہے۔ انسانی زندگی کے ان حالات پر غور کرنے سے اور سوچنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زندگی تو بے حد محدود ہے۔ عقل مند انسان اس پر سوچتا ہے تو گھبرا جاتا ہے۔ کہ ان چند سالوں کی زندگی کا کوئی صحیح نتیجہ نہیں نکلتا اور کوئی صحیح مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ مگر ہم احمدی اور حقیقی مسلمان ہیں، وہ جانتے ہیں اور اسی طرح اس دنیا میں جو انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار آئے ہیں ان کے ماننے والے اور سمجھنے والے جانتے ہیں کہ ہمارے پیارے رب نے انسان کو جب پیدا کیا تو صرف اس لیے پیدا کیا کہ انسان اپنے حقیقی خالق سے سچا اور صدق و صفاء کا تعلق پیدا کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔

(الذّٰریٰت:57)

یعنی خالقِ حقیقی نے تو صرف انسان کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت کرے جس میں شرک کی کوئی ملونی نہ ہو۔ اور اسی سے حقیقی محبت کرے۔ ایسی محبت جو دنیا کی ہر چیز یعنی والدین بیوی بچوں اور مال و دولت کی محبت سے زیادہ ہو۔

(تعلق باللہ الفضل انٹرنیشنل 4 جنوری 2022ء)

چنانچہ انسانی پیدائش پر مزید غور کریں تو ذوقی نقطہ بھی ہمارے سامنے آتا ہے کہ انسان کی پیدائش کے وقت اذان دی گئی اور اقامت کہی گئی لیکن نماز کوئی نہیں اور اس کے انتقال کے وقت نماز پڑھی گئی بغیر کسی اذان اور اقامت کے گویا کہ اس نماز کی اذان اور اقامت پیدائش کے وقت ہے جو نماز جنازہ کی شکل میں اس کی موت پر پڑھی جا رہی ہے اور یوں کہا جا سکتا ہے کہ ہماری یہ دنیاوی زندگی فقط اتنی ہی وقفہ کا نام ہے جتنی کہ اذان اور اقامت اور نماز کے درمیان ہے۔

پس انسان کی آمد ایک مقصد حیات کے ساتھ ہے اور روانگی بھی مقصد حیات کے ساتھ ہے اور وہ مقصد حیات تخلقو باخلاق اللہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے تو ہم نے کیوں اپنی زندگیوں کو مختلف لہو لعب کا شکار بنایا ہوا ہے اور اس ذات کے ساتھ عشق و وفا کا تعلق کیوں نہیں باندھا ہوا جس کا عشق دونوں جہان کی زندگی بخشتا ہے اور جس کے عشق میں آب حیات کا راز مضمر ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ

”تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو تمہیں چاہئے کہ تم ایسی قوم بنو جس کی نسبت آیا ہے۔۔۔ یعنی وہ ایسی قوم ہے کہ ان کا ہم جلیس بدبخت نہیں ہوتا۔ یہ خلاصہ ہے ایسی تعلیم کا جو تَخَلَّقُوْا بِأَخْلَاقِ اللّٰہِ میں پیش کی گئی ہے۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 6)

اللہ تعالیٰ پر ایمان کا مطلب اُس سے شدید محبت ہے۔ اللہ کا عشق اور ایمان لازم و ملزوم ہے۔ عشقِ حقیقی اللہ سے محبت کا نام ہے۔

اِنسان جب اپنی ذات سے بڑھ کر کسی سے محبت کرنے لگتا ہے تو اُسے ”عشق“ کا نام دیا جاتا ہے اور اِنسان عشق صِرف خُدا ہی سے کرتا ہے اور خُدا سے کیا ہُوا عِشق اِنتہائی بے لوث ہوتا۔

اِنتہائی شدت سے بھرپُور عِشق جو اِنسان صِرف اپنے اللہ سے کرتا ہے حقیقت میں وہی عشقِ حقیقی کہلاتا ہے۔

محبت خداوندی کا تقاضہ یہ ہے کہ عاشق اللہ کی محبت میں محو ہو اور غیر کا ذکر، غیر کا خیال بھی گناہ ہو۔ اغیار کی محبت اس کے دل میں یہ مرتبہ اور مقام حاصل نہ کر سکے کہ وہ اللہ کی محبت پر اسے قربان نہ کر سکتا ہو۔

”بے شک! اللہ تعالیٰ تو ستر ماؤں سے بڑھ کر اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے۔“

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بُجھے جسے روشن خُدا کرے

پس عشق حقیقی اللہ سے عشق کرنے کو کہتے ہیں۔ اللہ کا حقیقی عشق بہشت کی لالچ اور جہنم کے خوف سے پاک ہوتا ہے، بلکہ عاشق ہر وقت صرف جمال رب قدیر کے تصور میں ڈوبا رہتا ہے۔

اے ہمارے پیارے خدا! اے ہمارے بے حد پیارے آقا! ہمیں اس دنیا میں جو کچھ ملا جو جو نعمتیں عطا ہوئیں وہ صرف اور صرف تیری رحمتوں اور فضلوں کے نتیجے میں حاصل ہوئیں مگر ہماری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ تو خود ہمیں مل جائے۔ تیری رضا ہمیں حاصل ہو۔ تیری ذاتی محبت کو ہم پالیں کہ یہی ہماری سب سے بڑی جنّت ہے۔ مگر اے ہمارے قادر و توانا خدا! تو جانتا ہے کہ ہم بالکل حقیر بے بس لاشئے محض نہایت ہی حقیر ذرہ ناچیز ہیں۔ تُو ہی اپنے خاص فضل سے ہمیں ان راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرما جو تیرے قرب کی راہیں، جو تیری محبت کی راہیں ہیں۔ تُو اپنے خاص فضل سے ہمیں شیطانِ لعین کے ہر حربے سے اپنی خاص حفاظت میں رکھ، تُو ہمارے حقیر عملوں میں بھی بے حد برکت ڈال دے۔ تُو ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم ہر گھڑی، ہر آن سوتے جاگتے تیرے حضور عاجزانہ دعاؤں اور ذکر میں لگے رہیں۔ ہمارا کوئی لمحہ تیرے پیارے خیال سے غافل نہ ہو کیونکہ جو دم غافل سو دمِ کافر۔ ہماری شام گواہی دے کہ ہمارا دن تیری یاد میں گزرا۔ ہماری صبح گواہی دے کہ ہماری رات تیری یاد میں گزری۔ ہم بے حد کمزور بے بس بے طاقت ہیں ہم اپنی طاقت اور قوّت کے ساتھ تیری رضا کی راہوں پر نہیں چل سکتے۔ اے قادر و توانا خدا! ہم نہیں چل سکتے تو اپنے خاص فضل سے ہمیں قوّت اور طاقت دے کہ ہم تیری رضا کی راہوں پر چلنے والے ہوں۔ ہمارے دل تیرے پیار، تیری محبت میں مگن رہیں۔ تیرے رسول پاک کی محبت میں سرشار رہیں۔ تیری پیاری کتاب قرآن کریم کی محبت میں محو رہیں۔ ہمارا توکّل صرف اور صرف تجھ پر ہو۔ تیرے غیر سے ہم بکلّی پاک ہو جائیں اور جب بھی ہمیں کوئی پریشانی یا تکلیف ہو تو ہمارے دل پکار پکار کر یہ دعائیں کریں:

حَسْبِیَ اللّٰہُ نِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلیٰ نِعْمَ النَّصِیْرُ۔

(تعلق باللہ الفضل انٹرنیشنل 4 جنوری 2022ء)

شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں
(قسط 2)

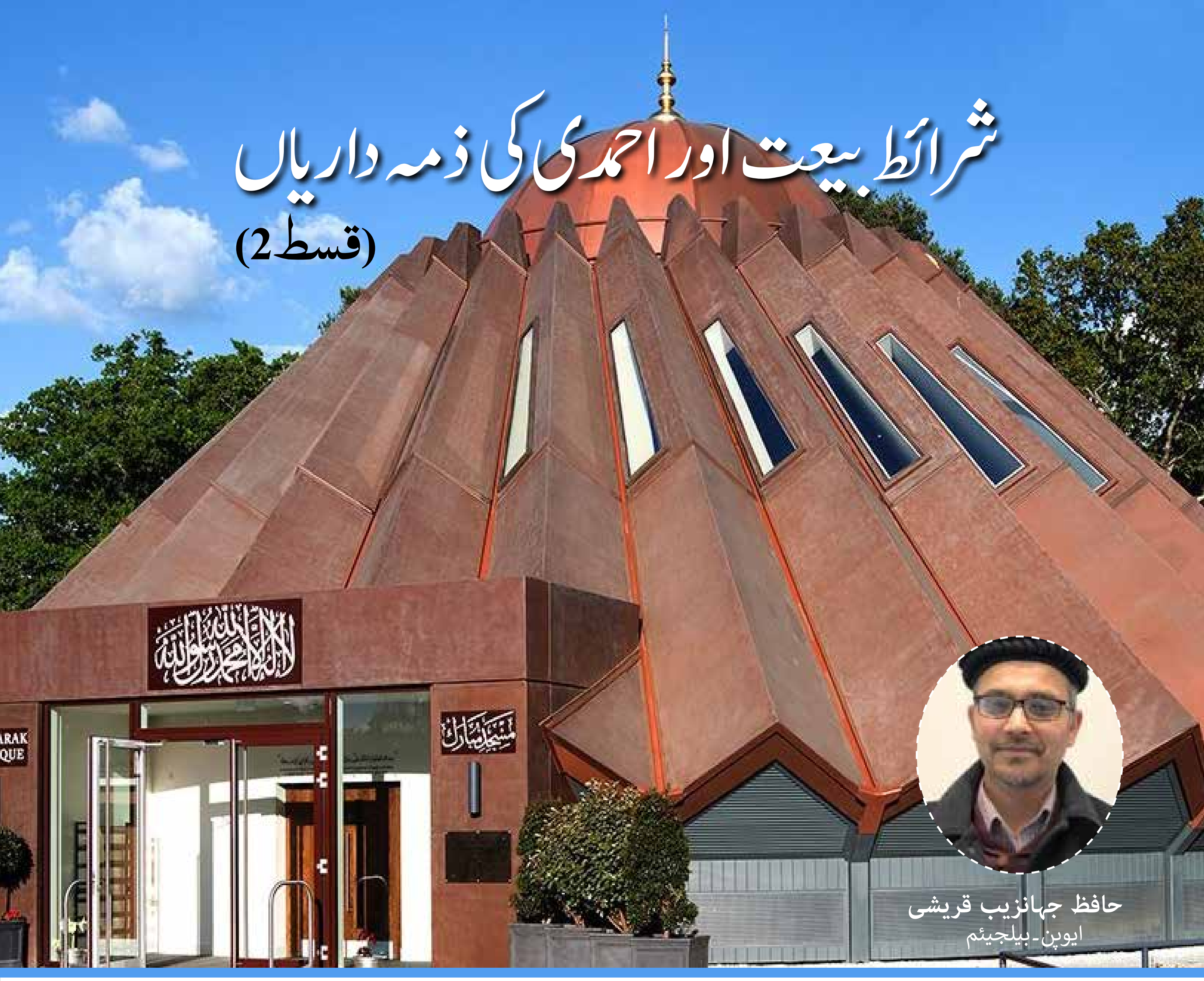

حافظ جہانزیب قریشی
ایوپن۔بیلجیئم

زنا سے بچو

پھر اسی شرط دوم میں زنا سے بچنے کی شرط ہے ۔ تو اس بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَقۡرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً ؕ وَسَآءَ سَبِیۡلًا ۞

(بنی اسرائیل آیت 33)

یعنی زنا کے قریب نہ جاؤ یقیناً یہ بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے۔

ایک حدیث ہے۔ محمد بن سیرین روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے درج ذیل امور کی نصیحت فرمائی، پھر ایک لمبی روایت بیان کی جس میں ایک نصیحت یہ ہے کہ عفت یعنی پاکدامنی اور سچائی ، زنا اور کذب بیانی کے مقابلہ میں بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

(سنن دار قطنی، کتاب الوصایا، باب ما یستحب بالوصیتہ من التشھد والکلام)

یہاں زنا اور جھوٹ دونوں کو اکٹھا بیان کیا گیا ہے اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جھوٹ کتنا بڑا گناہ ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"زنا کے قریب مت جاؤ یعنی ایسی تقریبوں سے دور رہو جن سے یہ خیال بھی دل میں پیدا ہو سکتا ہو۔ اور ان راہوں کو اختیار نہ کرو جن سے اس گناہ کے وقوع کا اندیشہ ہو۔ جو زنا کرتا ہے وہ بدی کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔ زنا کی راہ بہت بری ہے یعنی منزل مقصود سے روکتی ہے اور تمہاری آخری منزل کے لئے خطرناک ہے۔ اور جس کو نکاح میسر نہ آوے چاہیے کہ وہ عفت کو دوسرے طریقوں سے بچاوے۔ مثلاً روزہ رکھے یا کم کھاوے یا اپنی طاقتوں سے تن آزار کام لے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد 10 ص 342)

آپ نے فرمایا ہے کہ ایسی چیزوں سے دور رہو جن سے خیال بھی دل میں پیدا ہو سکتا ہو۔ نوجوانوں میں بعض اوقات یہ احساس نہیں رہتا۔ فلمیں دیکھنے کی عادت ہوتی ہے اور ایسی فلمیں دیکھتے ہیں جو اس قابل نہیں ہوتیں کہ دیکھی جائیں ۔ بڑی اخلاق سے گری ہوئی ہوتی ہیں ۔ان سے بھی بچنا چاہیے ۔ یہ بھی زنا کی ایک قسم ہی ہے۔

بدنظری سے بچو

پھر دوسری شرط میں تیسری قسم کی برائی بدنظری سے بچنے کی ہے۔ اب یہ کیا ہے یہ غضِ بصر ہے۔

ایک حدیث ہے کہ ابو ریحانہ روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک غزوہ میں رسول

اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ایک رات انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

”آگ اس آنکھ پر حرام ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں بیدار رہی۔ اور آگ اس آنکھ پر حرام ہے جو اللہ تعالیٰ کی خشیت کی وجہ سے آنسو بہاتی ہے۔“

ابو شریح کہتے ہیں کہ میں نے ایک راوی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ آگ اس آنکھ پر حرام ہے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو دیکھنے کی بجائے جھک جاتی ہے۔ اور اس آنکھ پر بھی حرام ہے جو اللہ عزوجل کی راہ میں پھوڑ دی گئی ہو۔

(سنن دارمی، کتاب الجہاد، باب فی الذی یسھر فی سبیل اللہ حارسًا)

پھر ایک حدیث ہے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے بارہ میں چھ باتوں میں مجھے ضمانت دیدو۔

(رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ میں تمہیں جنت میں جانے کی بشارت دیتا ہوں)۔ فرمایا: جب تم گفتگو کرو تو سچ بولو۔ جب تم وعدہ کرو تو وفا کرو۔ جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو عند الطلب دے دیا کرو۔ (ٹال مٹول نہیں ہونی چاہیے)۔ اپنے فروج کی حفاظت کرو، غضِ بصر سے کام لو۔ اور اپنے ہاتوں کو ظلم سے روکے رکھو۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 5 ص 323 مطبوعہ بیروت)

حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: رستوں پر مجلسیں لگانے سے بچو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں رستوں میں مجلس لگانے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر رستے کا حق ادا کرو۔ انہوں نے عرض کیا پھر اس کا کیا حق ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہر آنے جانے والے کے سلام کا جواب دو، غضِ بصر کرو، راستہ دریافت کرنے والے کی راہنمائی کرو، معروف باتوں کا حکم دو اور ناپسندیدہ باتوں سے روکو۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 ص 16۔ مطبوعہ بیروت)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔ ”قرآن شریف نے جو کہ انسان کی فطرت کے تقاضوں اور کمزوریوں کو مدنظر رکھ کر حسب حال تعلیم دیتا ہے کیا عمدہ مسلک اختیار کیا ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ

(النور آیت 31)

کہ تو ایمان والوں کو کہہ دے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور سوراخوں کی حفاظت کریں۔ یہ وہ عمل ہے جس سے ان کے نفوس کا تزکیہ ہوگا۔ فروج سے مراد صرف شرمگاہ ہی نہیں بلکہ ہر ایک سوراخ جس میں کان وغیرہ بھی شامل ہیں اور ان میں اس امر کی مخالفت کی گئی ہے کہ غیر محرم عورت کا راگ وغیرہ سنا جاوے۔ پھر یاد رکھو کہ ہزار در ہزار تجارب سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ جن باتوں سے اللہ تعالیٰ روکتا ہے آخر کار انسان کو ان سے رکنا ہی پڑتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 7 ص 135)

پھر آپ فرماتے ہیں:۔ ” اسلام نے شرائط پابندی ہر دو عورتوں اور مردوں کے واسطے لازم کئے ہیں۔ پردہ کرنے کا حکم جیسا کہ عورتوں کو ہے مردوں کو بھی ویسا ہی تاکیدی حکم ہے غضِ بصر کا۔ نماز، روزہ، زکوۃ، حج، حلال و حرام کا امتیاز، خدا تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں اپنی عادات رسم و رواج کو ترک کرنا وغیرہ وغیرہ ایسی پابندیاں ہیں جن سے اسلام کا دروازہ نہایت ہی تنگ ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر ایک شخص اس دروازے میں داخل نہیں ہوسکتا“۔

(ملفوظات جلد 5 ص 614 جدید ایڈیشن)

اس سے مردوں کو وضاحت ہوگئی ہوگی کہ ان کی بھی نظریں ہمیشہ نیچی رہنی چاہییں۔ حیا صرف عورتوں کے لئے ہی نہیں مردوں کے لئے بھی ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں: ”خدائے تعالیٰ نے خُلق احصان یعنی عفت کے حاصل کرنے کے لئے صرف اعلیٰ تعلیم ہی نہیں فرمائی بلکہ انسان کو پاک دامن رہنے کے لئے پانچ علاج بھی بتلا دیئے ہیں۔ یعنی یہ کہ اپنی آنکھوں کو نامحرم پر نظر ڈالنے سے بچانا۔ کانوں کو نامحرموں کی آواز سننے سے بچانا۔ نامحرموں کے قصے نہ سننا۔ اور ایسی تمام تقریبوں سے جن میں اس بدفعل کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو اپنے تئیں بچانا۔ اگر نکاح نہ ہو تو روزہ رکھنا وغیرہ“۔

آپؑ نے فرمایا” اس جگہ ہم بڑے دعویٰ کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ اعلیٰ تعلیم ان سب تدبیروں کے ساتھ جو قرآن شریف نے بیان فرمائی ہیں صرف اسلام ہی سے خاص ہے اور اس جگہ ایک نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ چونکہ انسان کی وہ طبعی حالت جو شہوات کا منبع ہے جس سے انسان بغیر کسی کامل تغیر کے الگ نہیں ہو سکتا یہی ہے کہ اس کے جذبات شہوات محل اور موقع پاکر جوش مارنے سے رہ نہیں سکتے۔ یا یوں کہو کہ سخت خطرہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اس لئے خدائے تعالیٰ نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی کہ ہم نامحرم عورتوں کو بلا تکلف دیکھ تو لیا کریں اور ان کی تمام زینتوں پر نظر ڈال لیں اور ان کے تمام انداز ناچنا وغیرہ مشاہدہ کرلیں لیکن پاک نظر سے دیکھیں اور نہ یہ تعلیم ہمیں دی ہے کہ ہم ان بیگانہ جوان عورتوں کا گانا بجانا سن لیں اور ان کے حسن کے قصے سنا کریں لیکن پاک خیال سے سنیں بلکہ ہمیں تاکید ہے کہ ہم نامحرم عورتوں کو اور ان کی زینت کی جگہ کو ہرگز نہ دیکھیں۔ نہ پاک نظر سے اور نہ ناپاک نظر سے۔ اور ان کی خوش الحانی کی آوازیں اور ان کے حسن کے قصے نہ سنیں۔ نہ پاک خیال سے اور نہ ناپاک خیال سے۔ بلکہ ہمیں چاہیے کہ ان کے سننے اور دیکھنے سے نفرت رکھیں جیسا کہ مردار سے تا ٹھوکر نہ کھاویں۔ کیونکہ ضرور ہے کہ بے قیدی کی نظروں سے کسی وقت ٹھوکریں پیش آویں۔ سو چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہماری آنکھیں اور دل اور ہمارے خطرات سب پاک رہیں اس لئے اس نے یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم فرمائی۔ اس میں کیا شک ہے کہ بے قیدی ٹھوکر کا موجب ہو جاتی ہے۔“ (اگر روک ٹوک نہ ہو تو ٹھوکر کا موجب ہو جاتی ہے)۔ ”اگر ہم ایک بھوکے کتے کے آگے نرم نرم روٹیاں رکھ دیں اور پھر ہم امید رکھیں کہ اس کتے کے دل میں خیال تک ان روٹیوں کا نہ آوے تو ہم اپنے اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ سو خدائے تعالیٰ نے چاہا کہ نفسانی قویٰ کو پوشیدہ کارروائیوں کا موقع بھی نہ ملے اور ایسی کوئی بھی تقریب پیش نہ آئے جس سے بد خطرات جنبش کر سکیں۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد 10 ص 343-344)

كُلُّ بَرَكَةٍ مِّنْ مُحَمَّدٍ

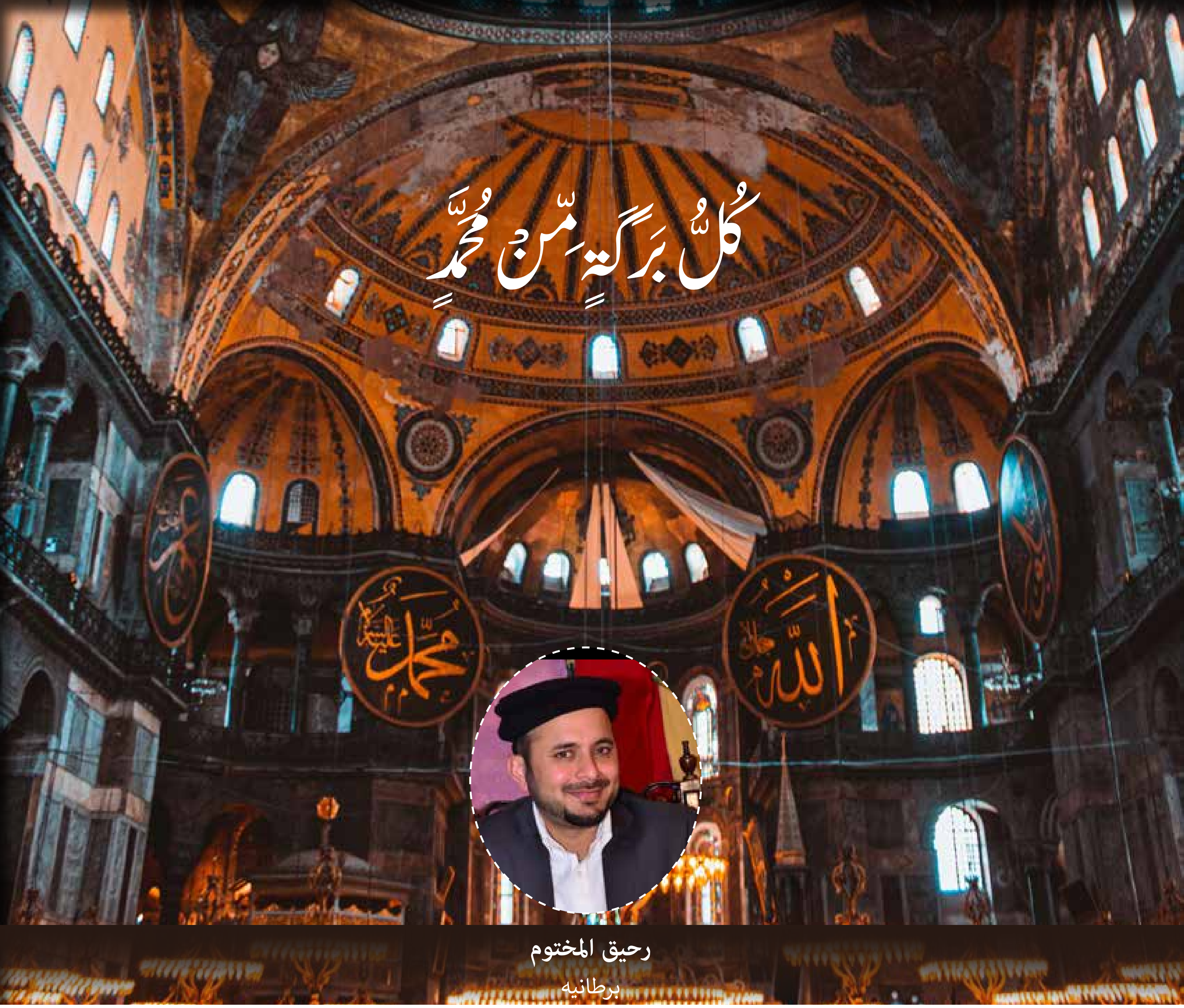

رحیق المختوم
برطانیہ

عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی گراں بہا دولت کے حصول کی سعادت

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ مَیں میدان جنگ کی طرف حالات معلوم کرنے جا رہی تھی کہ راستے میں مجھے عبداللہ بن عمرو کی بہن ہند اونٹ کی مہار پکڑے مدینہ کی طرف جاتے ہوئے ملی۔ مَیں نے اس سے پوچھا کہ میدان جنگ کی کیا خبر ہے؟ اُس نے جواب دیا الحمدللہ، سب خیریت ہے۔ حضرت محمد ﷺ بالکل خیریت سے ہیں۔ اتنے میں میری نظر اونٹ پر پڑی جس پر کچھ لدا ہوا تھا۔ مَیں نے پوچھا یہ اونٹ پر کیا ہے؟ کہنے لگی میرے خاوند عمرو بن جموح کی لاش ہے، میرے بھائی عبداللہ بن عمرو کی لاش ہے اور میرے بیٹے خلّاد کی لاش ہے۔ یہ کہہ کر الحمدللہ الحمدللہ کہتے ہوئے مدینہ کی طرف چل دی۔

یہ الحمدللہ کے کلمات اپنے تین جان سے پیاروں کی لاشیں اُٹھا کر زبان سے ادا کرنا آسان نہیں جب تک انسان عشق کی معراج تک نہ پہنچا ہو۔ اور آنحضرت ﷺ کے اصحاب اس معراج پر جا بجا نظر آتے ہیں۔ یہ ایسے مبارک وجود تھے جن کو عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی گراں بہا دولت نصیب ہوگئی تھی۔

عشقِ الٰہی کے بعد سب سے بڑی نعمت عشقِ رسول ﷺ ہے۔ حضور پاک ﷺ اپنے مقام سے بخوبی آگاہ تھے اسی لئے آپ ﷺ چاہتے تھے کہ آپؐ کے امتی بھی آپؐ کے عشق میں ایسے مقام پر پہنچیں جہاں پر ”خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے“ کا معاملہ حق ہو۔

قوتِ ایمانی کا جوش

حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام اپنے آقا و مطاع حضرت محمد ﷺ کے جانثار عاشقوں کا ذکر یوں فرماتے ہیں کہ

گالیاں سنتے تھے، جان کی دھمکیاں دے کر ڈرائے جاتے تھے اور سب طرح کی ذلّتیں دیکھتے تھے پر کچھ ایسے نشۂ عشق میں مدہوش تھے کہ کسی خرابی کی پروا نہیں رکھتے تھے اور کسی بلا سے ہراساں نہیں ہوتے تھے... ایسے نازک زمانہ میں وفاداری کے ساتھ محبت اور عشق سے بھرے ہوئے دل سے جو دامن پکڑا جس زمانہ میں آئندہ کے اقبال کی تو کیا امید، خود اس مردِ مصلح کی چند روز میں جان جاتی نظر آتی تھی۔ یہ وفاداری کا تعلق محض قوت ایمانی کے جوش سے تھا جس کی مستی سے وہ اپنی جانیں دینے کے لئے ایسے کھڑے ہوگئے جیسے سخت درجہ کا پیاسا چشمہ شیریں پر بے اختیار کھڑا ہو جاتا ہے۔

(ازالۂ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 151-152 حاشیہ)

ایک جانثار عاشقِ مصطفیٰ کی فدائیت کو جزاءِ عظیم کا انعام

جنگ اُحد میں جب ایک وقت آیا کہ کفار کے پُرزور حملے سے صحابہ سیلاب میں تنکے کی طرح بہنے لگے تو ایسے میں حضور ﷺ نے مسلمانوں کو آواز دے کر یہ فرمایا کہ اس وقت کون ہے جو مجھ پر اپنی جانِ نچھاور کرے؟ اس آواز نے عاشقوں کو دیوانہ بنا دیا۔ ایک انصاری صحابی زیاد بن سکن اپنے چند ساتھیوں کو لے کر آپؐ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور ایسی بے جگری سے لڑے کہ دشمن کی یلغار کو پسپا کر دیا اور خود بھی سب کے سب شہید ہو گئے۔ کچھ دیر بعد حضورؐ نے صحابہ سے فرمایا: زیاد کو میرے پاس لاؤ۔ حضرت زیاد کے سب ساتھی شہید ہو چکے تھے لیکن خدا کی تقدیر نے ایک خاص مقصد کے لیے ان کے چھلنی بدن میں جان کو روک رکھا تھا۔ شاید کہ آنحضرت ﷺ اپنے اس جاں نثار عاشق کو اس فدائیت کی ایک جزا دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ آنحضور ﷺ کے ارشاد پر جب صحابہؓ نے حضرت زیادؓ کے چور چور بدن کو حضور کے قریب ڈال دیا تو فرمایا اس کو اَور قریب کرو۔ صحابہ نے تعمیل کی تو فرمایا اسے اور قریب کرو۔ یہاں تک کہ جب وہ آپ کے عین قدموں میں لٹا دیے گئے تو آنحضور ﷺ نے اپنا پاؤں آگے بڑھایا اور زیاد نے اپنی زندگی کے آخری سانس اس طرح لیے کہ اپنے آقا کے پاؤں پر اس عاشق کا سر تھا۔

والہانہ عشق و محبت کا عظیم الشان نظارہ

صلح حدیبیہ کے موقع پر ایک قریشی سردار عروہ مسلمانوں کی طرف آیا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کچھ گفت و شنید میں گستاخی سے آنحضور ﷺ سے بولا کہ اگر قریش کو غلبہ مل گیا تو انہیں (صحابہؓ کو) بھاگتے دیر نہیں لگے گی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فوراً جواب دیا، جاؤ جاؤ لات کے پجاریو! کیا ہم بھاگ جائیں گے؟ کیا ہم رسول اللہ کو چھوڑ جائیں گے!؟ بعد میں عروہ واپس جا کر اپنے ہمسر سرداروں سے یوں گویا ہوا کہ اے سرداران قریش! میں بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں۔ نجاشی کے دربار بھی دیکھے، قیصر کے درباروں کی شان و شوکت بھی دیکھی، کسریٰ کے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ بھی دیکھے، لیکن خدا کی قسم کسی بھی بادشاہ کی عظمت اور اس سے والہانہ عشق و محبت کا ایسا نظارہ کہیں نہیں دیکھا جیسا محمدؐ کے ساتھ اس کے صحابہ کے دلوں اور آنکھوں میں مَیں نے مشاہدہ کیا ہے۔ بخدا جب وہ وضو کرتا ہے تو اس کے پانی کو نیچے گرنے کے بجائے اپنے ہاتھوں پر لینے کے لئے جھپٹتے ہیں۔ اور جب وہ بولتا ہے تو ساری آوازیں دَم توڑ دیتی ہیں۔ اور حدّ ادب سے نگاہیں اس کے حضور جھکی رہتی ہیں۔

ادائیگیٔ نماز کے لیے وقت اور مال کی قربانی

آنحضرت ﷺ کی محبت ایسا معجزہ تھا جس کے نتیجہ میں بتوں کے پجاریوں کی ایسی کایا پلٹی کہ وہ بھی اپنے ربّ کے عشق میں سرشار ہو گئے اور عبادتِ الٰہی ان کی محبوب غذا بن گئی۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ سخت سے سخت مصروفیت کی حالت میں بھی جب نماز کا وقت آتا تو تمام کاروبار چھوڑ کر ادائیگی نماز کے لیے مسجد چلے جاتے۔ حضرت سفیان ثوریؒ سے روایت ہے کہ صحابہ خرید و فروخت کیا کرتے تھے لیکن فرض نماز کو ہر صورت میں جماعت کے ساتھ ادا کرتے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں بازار میں تھا کہ نماز کا وقت آگیا۔ تمام صحابہ دکانیں بند کر کے مسجد چلے گئے۔ قرآن کریم کی یہ آیت (النور:41) انہی کے بارہ میں نازل ہوئی۔ یعنی یہ ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت، خرید و فروخت خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔

(فتح الباری جلد 4 صفحہ 253)

ندائے رسول ﷺ اور اطاعت کا بے نظیر نمونہ

میرے آقا محمد ﷺ کے دیوانوں نے اپنے عشق کی ایسی ایسی داستانیں رقم کی ہیں کہ چشمِ فلک سے ابتدائے آفرینش سے ازل تک ایسی داستانیں دوبارہ نہیں دیکھنی۔

آسمان عالمِ حیرت میں تب بھی تھا جب مسجد سے باہر ایک صحابی عبداللہ بن مسعودؓ چلتے چلتے بیٹھ گئے اور بیٹھے بیٹھے ہی آگے بڑھنے لگے۔ کسی نے پوچھا کیوں بھئی ایسا کیوں کر رہے ہو تو جواب دیا کہ میرے کانوں میں رسول اللہ ﷺ کی آواز آئی تھی کہ بیٹھ جاؤ۔ کہنے والے نے کہا کہ وہ تو مسجد میں حاضر لوگوں کو حکم تھا تو اس عاشق بے بدل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا کہ ہاں ہو سکتا ہے کہ وہ حکم مسجد میں حاضر لوگوں کے لئے ہو لیکن اگر مسجد پہنچنے سے پہلے میں مر جاتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم میرے عمل میں نہ آتا اور کم سے کم ایک بات ایسی ضرور رہ جاتی جس پر میں نے عمل نہ کیا ہوتا۔

صحبتِ رسول اللہ ﷺ اور انقلابِ عظیم کا جنم

اپنے ربّ کے عاشقِ صادق اور اپنے محبوب آقا ﷺ کی زیرِ تربیت اخلاقی اور روحانی ترقیات پانے والے غلاموں کی زندگیوں کا نصب العین بھی رسول اللہ ﷺ سے محبت و عشق میں ایک دوسرے سے بڑھ جانا ہی قرار پایا۔ اُنہیں اپنے آقا و مولا ﷺ سے عشق کی ویسی ہی کیفیات حسب استطاعت عطا ہوئیں جو اُن کے آقا ﷺ کا حق تھا۔ اور ان پاکیزہ روحانی کیفیات کے اثرات کے نتیجے میں اُن غلاموں کی زندگیوں میں بھی ایک انقلاب عظیم پیدا ہوا جس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

”آج سے چودہ سو سال قبل عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے الٰہی رنگ پکڑ گئے... وہ جو اپنے خصائل اور عادات میں درندوں اور وحشیوں سے ابتر تھے، اخلاق عالیہ سے یوں مزین ہوئے کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ جو ذرہ خاک تھے ثریا بن کر چمکے۔ جو جاہل مطلق تھے، دنیا کے استاد اور معلم بن گئے۔ عرش کے خدا نے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا تاج ان کے سروں پر رکھا تو سید الرسل ﷺ نے اصحابی کالنجوم کے اعزاز سے انہیں سرفراز کیا۔ یہ تبدیلی ان میں اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ اوّلین و آخرین کے سردار حضرت خاتم الانبیاء ﷺ نے ان کو خدا کی آیات پڑھ کر سنائیں، ان کا تزکیہ کیا اور کتاب اور حکمت کا علم عطا کیا

”کُلُّ بَرَکَۃٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ ﷺ فَتَبَارَکَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ۔

(برکات الدعاء، روحانی خزائن جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 9-11، مطبوعہ لندن)

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ہم سب کو اپنے حبیب کبریا ابوالقاسم احمد مصطفیٰ ﷺ کے عشق میں اپنی آنکھیں سبز کرنے والا بنائے۔ آمین

مالی قربانی کی اہمیت ازروئے قرآن مجید

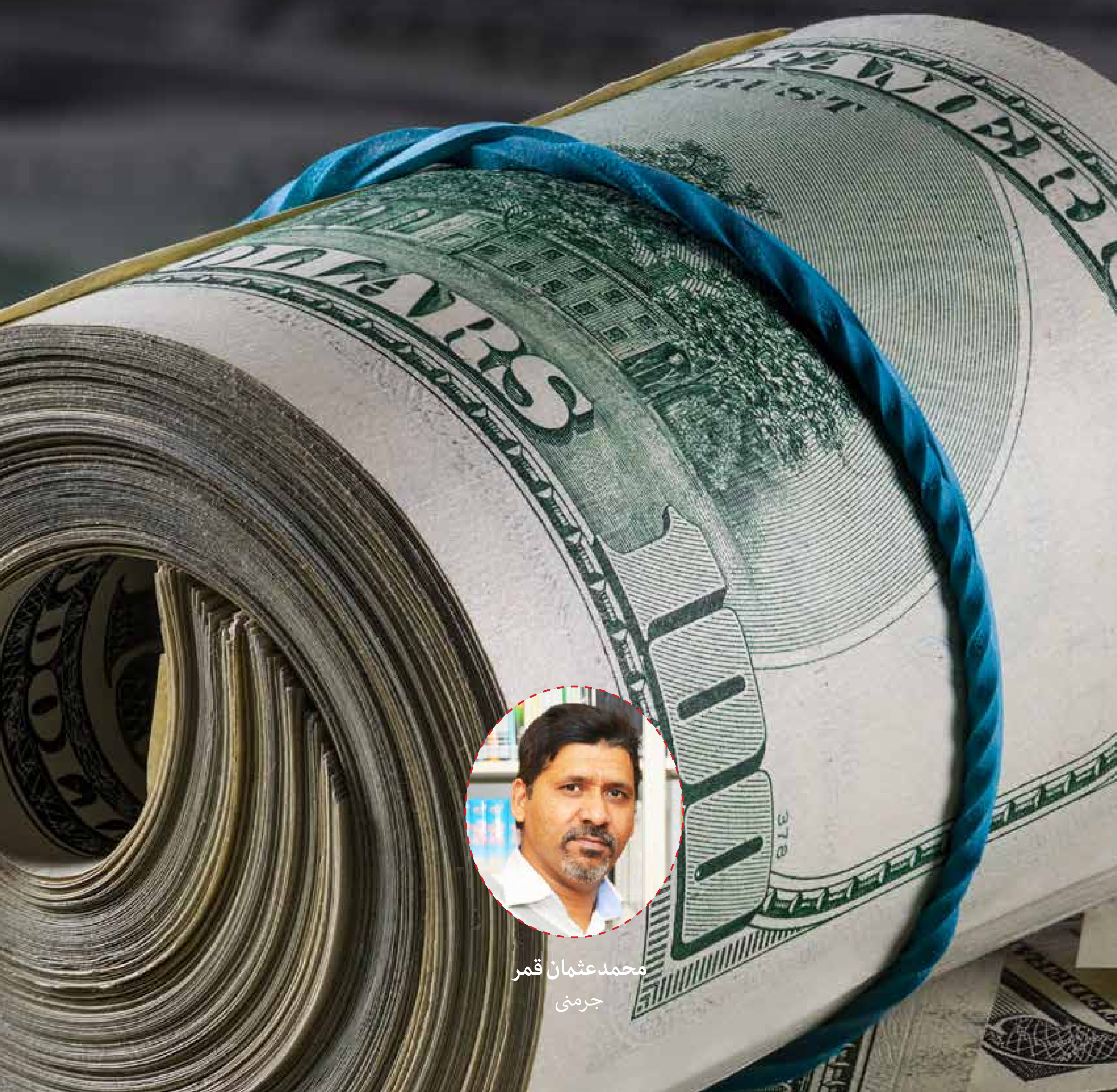

محمدعثمان قمر
جرمنی

وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔

(البقرہ.192)

ترجمہ۔ اور اللہ کے راستے میں (مال و جان) خرچ کرو اور اپنے ہی ہاتھوں (اپنے آپ کو) ہلاکت میں مت ڈالواور احسان سے کام لو۔ اللہ احسان کرنے والوں سے یقینا محبت کرتا ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ۔

(البقرۃ۔226)

ترجمہ: ۔ کیا کوئی ہے جو اللہ کو اپنے مال کا) ایک اچھا ٹکڑا کاٹ کر دیتا کہ وہ اسے اس کے لئے بہت بہت بڑھائے اور اللہ (کی یہ بھی سنت ہے کہ وہ بندہ کا مال لیتا ہے اور بڑھاتا ہے اور (آخر) تمہیں اسی کی طرف لوٹایا جائے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔

(البقرہ۔255)

ترجمہ:۔اے ایمان دارد اجو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے اس دن کے آنے سے پہلے کہ جس میں نہ کسی قسم کی (خرید و فروخت نہ دوستی اور نہ شفاعت (کارگر) ہوگی (خدا کی راہ میں جو کچھ ہو سکے) خرچ کر لو۔ اور (اس حکم کا انکار کرنے والے (اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہیں۔

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔

(البقرہ۔222)

ترجمہ:۔ جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے اس فعل) کی حالت اس دانہ کی حالت کے مشابہ ہے جو سات بالیں اگائے (اور) ہر بالی میں سو دانہ ہو۔ اور اللہ جس کیلئے چاہتا ہے (اس سے بھی) بڑھا (بڑھا کر) دیتا ہے اور اللہ وسعت دینے والا (اور) بہت جاننے والا ہے۔

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔

(البقرہ۔263)

ترجمہ: جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ کسی رنگ میں احسان جتاتے ہیں اور نہ کسی قسم کی تکلیف دیتے ہیں ان کے رب کے پاس ان کے اعمال کا بدل (محفوظ) ہے۔ اور نہ تو انہیں کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِنْ لَمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ۔

(البقرہ۔222)

ترجمہ :۔ اور جو لوگ اپنے مال اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اور اپنے آپ کو مضبوط کرنے کیلئے خرچ کرتے ہیں ان (کے خرچ) کی حالت اس باغ کی حالت کے مشابہ ہے جو اونچی جگہ پر ہو (اور) اس پر تیز بارش ہوئی ہو جس کی وجہ) سے وہ اپنا پھل دو چند لایا ہو۔ اور (اس کی کیفیت ہو کہ اگر اس پر زور کی بارش نہ پڑے تو تھوڑی سی بارش ہی (اس کیلئے کافی ہو جائے) اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔

(البقرہ۔275)

ترجمہ: جو لوگ اپنے مال رات اور دن پوشیدہ (بھی) اور ظاہر (بھی) (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے رہتے ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر (محفوظ) ہے اور نہ (تو) انہیں کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ۔

(آل عمران۔93)

ترجمہ ۔تم کامل نیکی کو ہرگز نہیں سکتے جب تک کے اپنی پسندیدہ اشیاء میں سے (خدا کیلئے) خرچ نہ کرو۔ اور جو کوئی چیز بھی تم خرچ کرو اللہ اسے یقینا خوب جانتا ہے۔

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ۔

(الحدید.11)

ترجمہ: اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمان اور زمین کی میراث اللہ ہی کی ہے۔ اے مومنو! فتح سے پہلے جس نے خدا کی راہ میں خرچ کیا اور اس کی راہ میں جنگ کی وہ اس کے برابر نہیں ہو سکتا جس نے فتح کے بعد خرچ کیا اور فتح کے بعد جنگ کی۔ سطح سے پہلے خرچ کرنے والے اور جنگ کرنے والے درجہ میں بہت زیادہ ہیں اور اللہ نے دونوں قسم کے لوگوں سے نیکی کا وعدہ کیا ہے۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے خوب اچھی طرح واقف ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ۔

(الحدید۔12)

ترجمہ: کیا کوئی ہے جو اللہ کو (اپنے مال کا) اچھا ٹکڑا کاٹ کر دے تا کہ وہ اسے اس کیلئے بڑھائے۔ اور اس کیلئے ایک معزز بدلہ مقرر ہے۔

انصار ڈائجسٹ

احمدی مصنفّین کے بنیادی اصولی رنگ کی اہمیت

حضرت صاحبزادہ مرزابشیر احمد صاحب ایم اے نے چند کتب پر ریویو کرتے ہوئے احمدی مصنفّین کی اصولی رنگ میں رہنمائی کرتے ہوئے ان سے اس امید کا اظہار فرمایا کہ وہ اپنی کتابوں میں صرف صحیح روایات اور سچے اور ثابت شدہ واقعات درج کرنے کی کوشش کریں گے اور کچی اور سُنی سنائی باتوں سے اجتناب رکھیں گے تاکہ ان کی کتابیں ان برکات سے متمتّع ہوں جو خدا کی طرف سے ہمیشہ صداقت کے ساتھ وابستہ رہی ہیں۔

جلسہ سالانہ کے دینی اغراض و مقاصد

اس زمانہ کے علماء کی حالت

”قرب قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ایک بڑی نشانی ہے جو اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے جو امام بخاری اپنی صحیح میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے لائے ہیں اور وہ یہ ہے۔

يُقْبَضُ العِلْمُ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمٌ اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَّالًا فَسَئَلُوا فَافْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَ اَضَلُّوا یعنی بباعث فوت ہو جانے علماء کے علم فوت ہو جائے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہیں ملے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا مقتداء اور سردار قرار دے دیں گے اور مسائل دینی کی دریافت کے لئے ان کی طرف رجوع کریں گے۔ تب وہ لوگ باعث جہالت اور عدم ملکہ استنباط مسائل خلاف طریق صدق و صواب فتوی دیں گے۔ پس آپ بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اور پھر ایک اور حدیث میں ہے کہ اس زمانہ کے فتویٰ دینے والے یعنی مولوی اور محدث اور فقیہ ان تمام لوگوں سے بدتر ہوں گے جو روئے زمین پر رہتے ہوں گے۔ پھر ایک اور حدیث میں ہے کہ وہ قرآن پڑھیں گے اور قرآن طاُن کے حنجروں کے نیچے نہیں اترے گا یعنی اس پر عمل نہیں کریں گے۔ ایسا ہی اس زمانہ کے مولویوں کے حق میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں مگر اس وقت ہم بطور نمونہ صرف اس حدیث کا ثبوت دیتے ہیں جو غلط فتووں کے بارے میں ہم اوپر لکھ چکے ہیں تا ہر ایک کو معلوم ہو کہ آجکل اگر مولویوں کے وجود سے کچھ فائدہ ہے تو صرف اس قدر کہ ان کے یہ لچھن دیکھ کر قیامت یاد آتی ہے اور قرب قیامت کا پتہ لگتا ہے اور حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کی پوری پوری تصدیق ہم بچشم خود مشاہدہ کرتے ہیں۔“

جلسہ سالانہ کے انعقاد کا پس منظر

”اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ سال گذشتہ میں بمشورہ اکثر احباب یہ بات قرار پائی تھی کہ ہماری جماعت کے لوگ کم سے کم ایک مرتبہ سال میں بہ نیت استفادہ ضروریات دین و مشورہ اعلاء کلمہ اسلام و شرع متین اس عاجز سے ملاقات کریں اور اس مشورہ کے وقت یہ بھی قرین مصلحت سمجھ کر مقرر کیا گیا تھا کہ 27 دسمبر کو اس غرض سے قادیان میں آنا انسب اور اولی ہے۔ کیونکہ یہ تعطیل کے دن ہیں اور ملازمت پیشہ لوگ ان دنوں میں فرصت اور فراغت مخلصین رکھتے ہیں اور بباعث ایام سرمایہ دن سفر کے مناسب حال بھی ہیں۔ چنانچہ احباب اور مخلصین نے اس مشورہ پر اتفاق کر کے خوشی ظاہر کی تھی اور کہا تھا کہ یہ بہتر ہے۔ اب 7 دسمبر 1892ء کو اسی بناء پر اس عاجز نے ایک خط بطور اشتہار کے تمام مخلصوں کی خدمت میں بھیجا جو ریاض ہند پریس قادیان میں چھپا تھا جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ

اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض یہ بھی ہے کہ تا ہر یک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کے معلومات دینی وسیع ہوں اور معرفت ترقی پذیر ہو۔"

مختلف اغراض کے لئے سفر

"اور یادرہے کہ یہ سراسر جہالت ہے کہ شدّ رحال کی حدیث کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ بجز قصد خانہ کعبہ یا مسجد نبوی یا بیت المقدس اور تمام سفر حرام ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ تمام مسلمانوں کو مختلف اغراض کے لئے سفر کرنے پڑتے ہیں۔ کبھی سفر طالب علم ہی کے لیے ہوتا ہے اور کبھی سفر ایک رشتہ دار یا بھائی یا بہن یا بیوی کی ملاقات کے لئے۔ یا مثلاً عورتوں کا سفر اپنے والدین کے ملنے کے لئے یا والدین کا اپنی لڑکیوں کی ملاقات کے لئے اور کبھی مرد اپنی شادی کے لئے اور کبھی تلاش معاش کے لئے اور کبھی پیغام رسانی کے طور پر اور کبھی زیارت صالحین کے لئے سفر کرتے ہیں جیسا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت اویس قرنیؒ کے ملنے کے لئے سفر کیا تھا اور کبھی سفر جہاد کے لئے بھی ہوتا ہے خواہ وہ جہاد تلوار سے ہو اور خواہ بطور مباحثہ کے اور کبھی سفر بہ نیت مباہلہ ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور کبھی سفر اپنے مرشد کے ملنے کے لئے جیسا کہ ہمیشہ اولیاء کبار جن میں سے حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ اور حضرت بایزید بسطامی اور حضرت معین الدین چشتی اور حضرت مجددالف ثانی بھی ہیں۔ اکثر اس غرض سے بھی سفر کرتے رہے جن کے سفر نامے اکثر اُن کے ہاتھ کے لکھے ہوئے اب تک پائے جاتے ہیں اور کبھی سفر فتویٰ پوچھنے کے لئے بھی ہوتا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے اس کا جواز بلکہ بعض صورتوں میں وجوب ثابت ہوتا ہے۔"

قرآن اور حدیث میں مختلف سفروں کی ترغیب

"اور امام بخاری کے سفر طلب علم حدیث کے لئے مشہور ہیں شاید میاں رحیم بخش کو خبر نہیں ہوگی اور کبھی سفر عجائبات دنیا کے دیکھنے کے لئے بھی ہوتا ہے جس کی طرف آیت کریمہ قُلۡ سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ (الانعام:12) اشارت فرما رہی ہے اور کبھی سفر صادقین کی صحبت میں رہنے کی غرض سے جس کی طرف آیت کریمہ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ (التوبہ:119) ہدایت فرماتی ہے اور کبھی سفر عیادت کے لئے بلکہ اتباع خیار کے لئے بھی ہوتا ہے اور کبھی بیمار یا بیمار دار علاج کرانے کی غرض سے سفر کرتا ہے اور کبھی کسی مقدمہ عدالت یا تجارت وغیرہ کے لئے بھی سفر کیا جاتا ہے اور یہ تمام مقسم سفر کی قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے رُو سے جائز ہیں بلکہ زیارت صالحین اور ملاقات اخوان اور طلب علم کے سفر کی نسبت احادیث صحیحہ میں بہت کچھ حق و ترغیب پائی جاتی ہے۔ اگر اس وقت وہ تمام حدیثیں لکھی جائیں تو ایک کتاب بنتی ہے۔ ایسے فتویٰ لکھانے والے اور لکھنے والے یہ خیال نہیں کرتے کہ ان کو بھی تو اکثر اس قسم کے سفر پیش آجاتے ہیں۔ پس اگر بجز تین مسجدوں کے اور تمام سفر کرنے حرام ہیں تو چاہیے کہ یہ لوگ اپنے تمام رشتے ناطے اور عزیز اقارب چھوڑ کر بیٹھ جائیں اور کبھی اُن کی ملاقات یا ان کی غم خواری یا ان کی بیمار پرسی کے لئے بھی سفر نہ کریں۔ میں خیال نہیں کرتا کہ بجز ایسے آدمی کے جس کو تعصب اور جہالت نے اندھا کر دیا ہو۔ وہ ان تمام سفروں کے جواز میں متامل ہو سکے۔

صحیح بخاری کا صفحہ 16 کھول کر دیکھو کہ سفر طلب علم کے لئے کس قدر بشارت دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ مَنۡ سَلَکَ طَرِیۡقًا یَطۡلُبُ بِہٖ عِلۡمًا سَھَّلَ اللّٰہُ لَہٗ طَرِیۡقَ الۡجَنَّۃِ یعنی جو شخص طلب علم کے لئے سفر کرے اور کسی راہ پر چلے تو خدا تعالیٰ لئے بہشت کی راہ اس پر آسان کر دیتا ہے۔ اب اے ظالم مولوی ذرا انصاف کر کہ تو نے اپنے بھائی کا نام جو تیری طرح کلمہ گو، اہل قبلہ اور اللہ رسول پر ایمان لاتا ہے، مردود رکھا اور خدا تعالیٰ کی رحمت اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بکلی محروم قرار دیا اور اس صحیح حدیث بخاری کی بھی کچھ پرواہ نہ کی کہ اسعدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیۡ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ مَنۡ قَالَ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَالِصًا مِنۡ قَلۡبِہٖ اَوۡ نَفۡسِہٖ اور مردود ٹھہرانے کی اپنے فتویٰ میں وجہ یہ ٹھہرائی کہ ایسا اشتہار کیوں شائع کیا اور لوگوں کو جلسہ پر بلانے کے لئے کیوں دعوت کی۔ اے ناخدا ترس ذرا آنکھ کھول اور پڑھ کہ اس اشتہار 7 دسمبر 1892ء کا کیا مضمون ہے۔ کیا اپنی جماعت کو طلب علم اور حل مشکلات دین اور ہمدردی اسلام اور برادرانہ ملاقات کے لئے بلایا ہے یا اس میں کسی اور میلہ تماشا اور راگ اور سرود کا ذکر ہے۔ اے اس زمانہ کے ننگ اسلام مولویو! تم اللہ جل شانہ سے کیوں نہیں ڈرتے۔ کیا ایک دن مرنا نہیں یا ہر یک مؤاخذہ تم کو معاف ہے۔ حق بات کو سن کر اور اللہ اور رسول کے فرمودہ کو دیکھ کر تمہیں یہ خیال تو نہیں آتا کہ اب اپنی ضد سے باز آجائیں بلکہ مقدمہ باز لوگوں کی طرح یہ خیال آتا ہے کہ آؤ کسی طرح باتوں کو بنا کر اس کارڈ چھاپیں تا لوگ نہ کہیں کہ ہمارے مولوی صاحب کو کچھ جواب نہ آیا۔ اس قدر دلیری اور بددیانتی اور یہ بخل اور بغض کس عمر کے لئے۔ آپ کو فتویٰ لکھنے کے وقت وہ حدیثیں یاد نہ رہیں جن میں علم دین کے لیے اور اپنے شبہات دور کرنے کے لئے اور اپنے دینی بھائی اور عزیزوں کو ملنے کے لئے سفر کرنے کو موجب ثواب کثیر و اجر عظیم قرار دیا ہے بلکہ زیارت صالحین کے لئے سفر کرنا قدیم سے سنت سلف صالح چلی آئی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جب قیامت کے دن ایک شخص اپنی بداعمالی کی وجہ سے سخت مواخذہ میں ہو گا تو اللہ جل شانہ اس سے پوچھے گا کہ فلاں صالح آدمی کی ملاقات کے لئے کبھی تو گیا تھا تو وہ کہے گا کہ بالا رادہ تو کبھی نہیں گیا مگر ایک دفعہ ایک راہ میں اس کی ملاقات ہو گئی تھی۔ تب خدا تعالیٰ کہے گا کہ جا بہشت میں داخل ہو۔ میں نے اسی ملاقات کی وجہ سے تجھے بخش دیا۔ اب اے کوتہ نظر مولوی ذرا نظر کر کہ یہ حدیث کس بات کی ترغیب دیتی ہے۔"

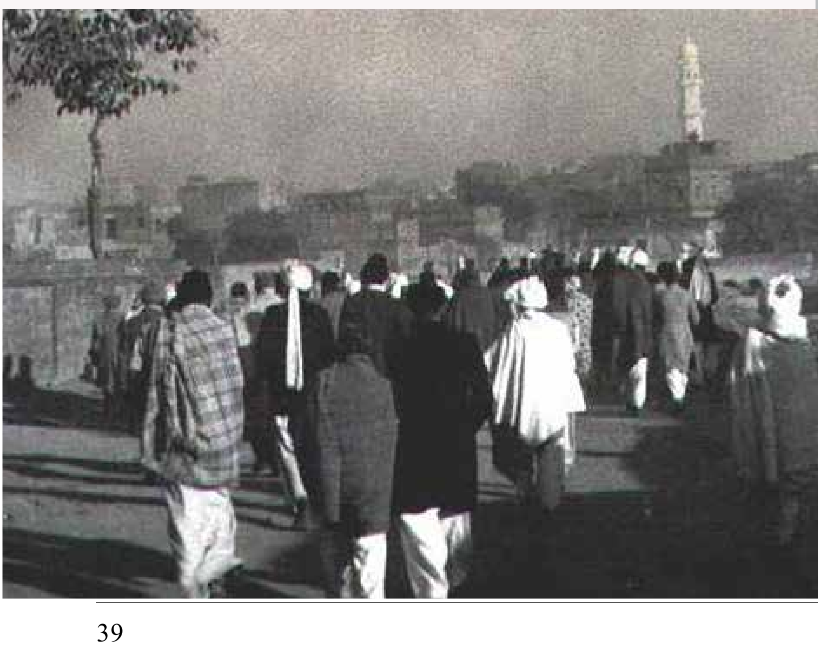

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب کے بعد کی زندگی کے چشم کشا آثار

7 حقائق

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے اور نہ کبھی امید رکھنی چاہیئے کہ وہ پھر زمین پر آسمان سے نازل ہوں گے بلکہ وہ ایک سو بیس برس کی عمر پاکر سری نگر کشمیر میں فوت ہو گئے اور سری نگر محلہ خان یار میں ان کی قبر ہے ۔

(مسیح ہندوستان میں ۔روحانی خزائن جلد 15صفحہ 14)

1 کشمیر اور شام کی مشابہت

کشمیر کا دوسرا نام ''کشیر'' ہے ۔کشمیری زبان میں آج بھی کشمیر کو کشیر کہتے ہیں ۔جو عبرانی لفظ ہے ۔یہ ''ک'' اور ''اشیر'' سے مرکب ہے ۔''ک'' کے معنی مانند کے ہیں اور اشیر عبرانی زبان میں شام کو کہتے ہیں ۔انگریزی میں اسیریا Assyriaاسی کو کہتے ہیں ۔پس ک اور اشیر کے معنی ''ملک شام کی مانند'' ہیں ۔کثرت استعمال کی وجہ سے ک اور اشیر کے درمیان الف گر گیا ہے ۔اس کے علاوہ سری نگر بھی پہلے اشیری نگر کہلاتا تھا جو سوریہ یا اسیریا سے ہی ماخوذ ہے ۔بعد کے زمانے میں جب اسرائیلی یہاں مقیم ہوئے تو انہوں نے اپنے آبائی علاقے شام کی طرح اس علاقہ کو بھی ٹھنڈا پایا اور اس کا نام ''کاشیر'' رکھا۔یعنی ''ملک شام کی مانند'' اورط

2 بنی اسرائیل کے 10 گمشدہ قبائل

فلسطین میں بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے صرف 2قبائل ہی آباد تھے جبکہ مزید 10گمشدہ قبائل افغانستان اور کشمیر میں ہی آباد تھے ۔آپؑ نے وحی الٰہی سے اذن پاکر ایران ، افغانستان ، ہندوستان ، تبت اور کشمیر کی طرف ہجرت کی جہاں بخت نصر (586قبل مسیح) کے زمانے کے یہودی آباد تھے ۔

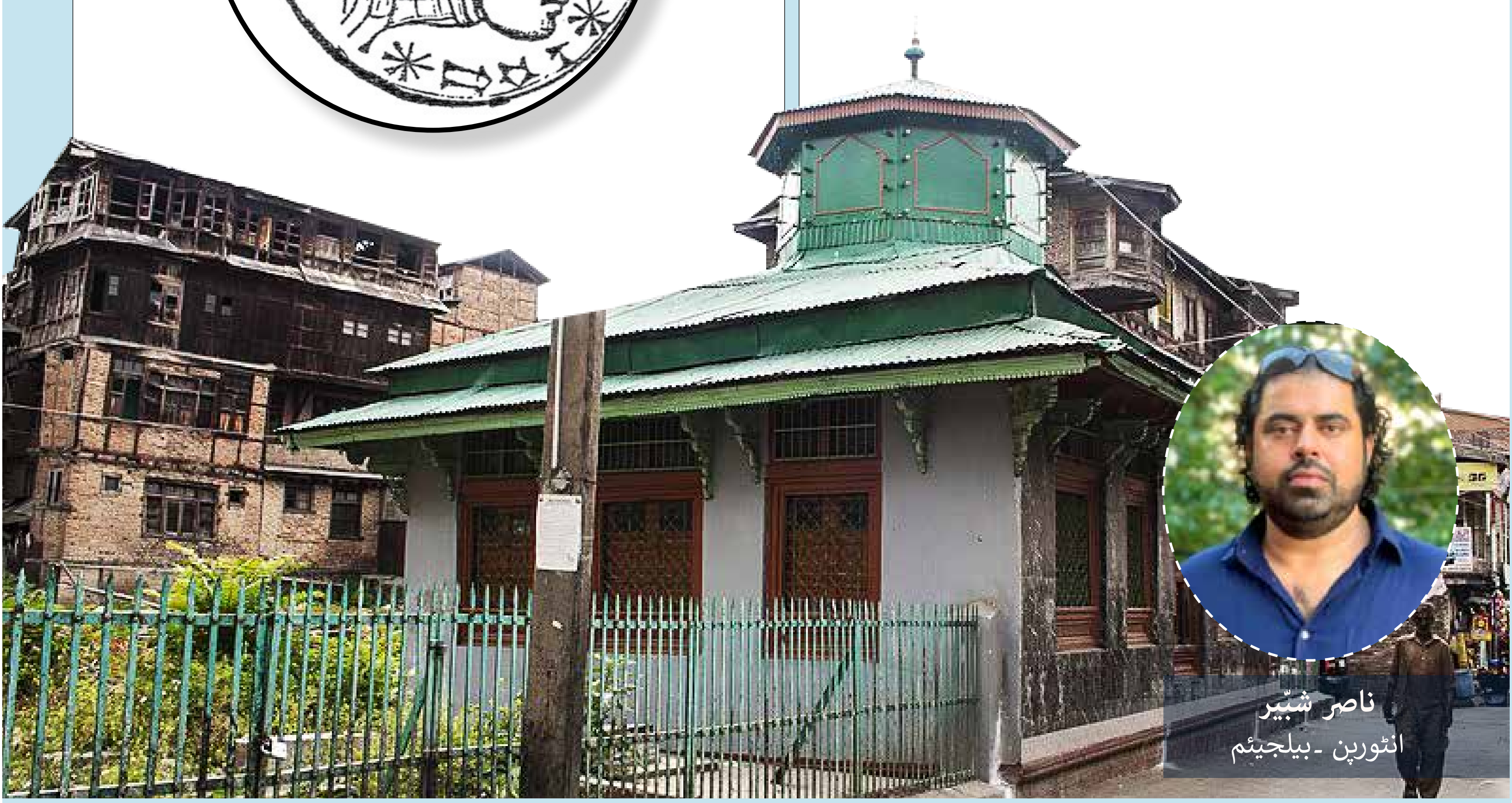

ناصر شبّیر
انٹورپن ۔بیلجیئم

3 آسمان پر جانے کا عقیدہ

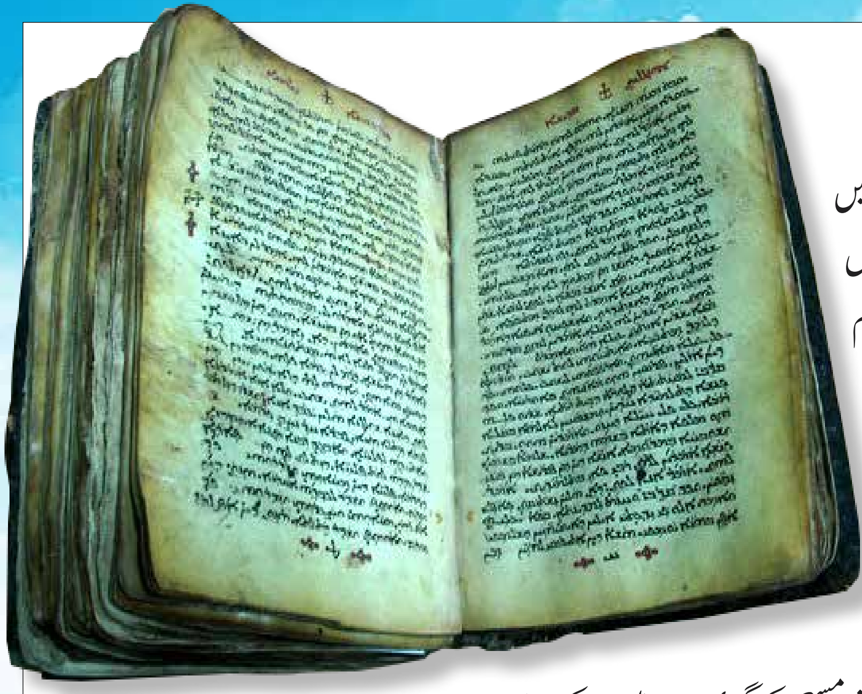

جب قدیم عیسائیوں نے مسیحؑ کی زبان سے سنا کہ وہ کہتا ہے کہ " میں جاتا ہوں ۔تم مجھے ڈھونڈو گے پر نہ پاؤ گے "تو انہوں نے چہ میگوئیاں شروع کیں کہ کیا مسیح گمشدہ قبائل کی طرف جائے گا؟ چنانچہ ملک شام میں خبر پھیل گئی کہ مسیح ناصری کسی دور دراز جگہ میں زندہ ہیں عنقریب دوبارہ زندہ ہوں گے ۔ جبکہ حقیقت یہ تھی کہ حضرت مسیح علیہ السلام گہری دھند اور کہر کے درمیان فلسطین سے مشرق کی ایک قریبی پہاڑی سے خفیہ طور پر ہجرت کر کے نکل گئے تھے ۔اس لیے شہر میں افواہ پھیل گئی کہ مسیح پہاڑ سے اوپر بادلوں میں غائب ہوگئے ۔چونکہ بعض انجیلیں واقعہ صلیب کے عرصہ بعد لکھی ہیں اس لیے انجیل نویس نے مسیح کے گہری دھند میں اچانک غائب ہونے کو آسمان پر اٹھایا جانا کر دیا۔یہاں تک کہ اگلی نسلوں نے یہ عقیدہ اپنا لیا۔ چنانچہ صدیوں بعد عیسائیت سے مسلمان ہونے والوں نے اس عقیدے کو ترویج دی اور یہ عام مسلمانوں میں بھی پھیل گیا۔

4 اہل کشمیر بنی اسرائیل ہیں اور مسیح ان کے رسول تھے

مؤرخین لکھتے ہیں کہ آج سے قریباً تین ہزار سال قبل کا واقعہ ہے کہ شاہِ بابل "بخت نصر" نے شام پر حملہ کیا اور فلسطین کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور بارہ اسرائیلی قبائل کو اسیر کر کے بابل لایا اور انہیں بحیرہ کیسپین کے کنارے کیمپوں میں رکھا وہاں انہوں نے آس پاس وارداتیں شروع کیں ۔اس پر بادشاہ نے انہیں کیمپوں سے نکال کر فارس، میدیا وغیرہ کی نوآبادیات اور دور دراز جنگلوں میں بکھیر کر آباد کیا۔

536 قبل مسیح خورس (ذوالقرنین شاہ ایران) نے ان اسیروں کو واپس وطن جانے کی اجازت دے دی ۔اس پر ان میں سے دو قبائل واپس فلسطین چلے گئے اور باقی دس قبائل افغانستان، ہندوستان اور کشمیر میں آکر آباد ہوگئے ۔ عرصہ دراز تک ان اسرائیلی قبائل کے حالات مخفی رہے ۔یہی 10 گمشدہ اسرائیلی قبائل تھے جن سے مؤرخین آگاہ نہیں تھے کہ یہی اسرائیلی قبائل ہیں ۔بہت عرصہ کے بعد یورپین اقوام کے خروج کے بعد مؤرخین کو ان گمشدہ قبائل کا پتہ چل گیا اور انہوں نے انہیں افغانستان اور کشمیر میں پایا۔ تب دنیا کو معلوم ہوا کہ افغانستان سے کشمیر تک کے لوگ "10 گمشدہ اسرائیلی قبائل" کی اولاد ہیں اور ان کی گمشدگی کا معمہ حل ہوگیا۔

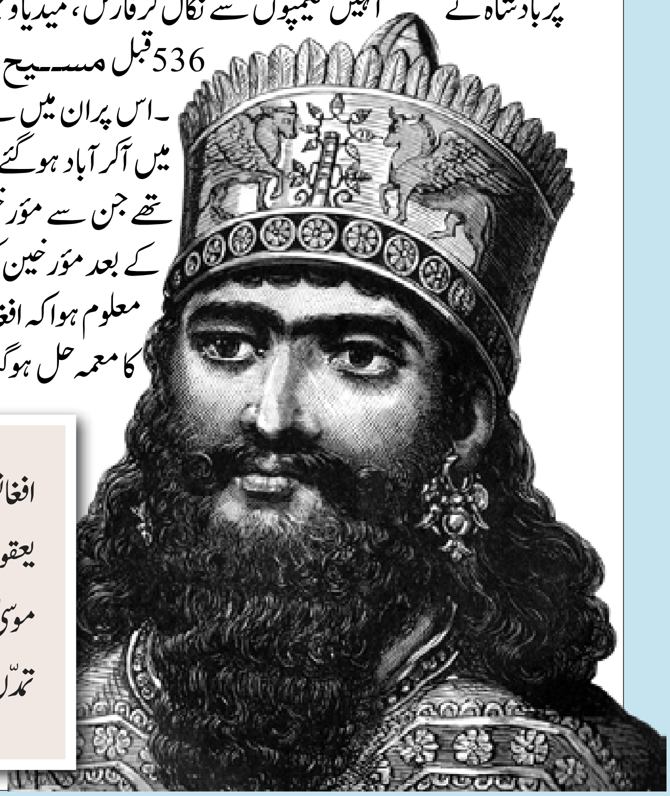

افغانوں اور کشمیریوں کا خود بھی یہ دعویٰ ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے ہیں یعنی حضرت یعقوبؑ کی اولاد ہیں ۔ کشمیر میں تخت سلیمان، قبرِ موسیٰ وغیرہ قدیم آثار، افغانستان میں موسیٰ خیل، عیسیٰ خیل، داؤد خیل وغیرہ قبائل کے اسرائیلی نام اور دونوں ملکوں کا لباس، تمدّن زندہ گواہ ہیں کہ وہ بنی اسرائیل سے ہیں ۔

5 گلگت کا قدیم نام سارگن ہے

گلگت کا قدیم نام سارگن ہے۔ قدیم زمانہ (722قبل مسیح) میں جب سارگن نامی سردار نے یہاں بستی آباد کی تو اس کا نام سارگن رکھا جو بعدازاں گلگت ہوا۔ جس پہاڑی پر حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب دینے کے لیے لے جایا گیا تھا اس کا نام گلگتہ تھا۔ گلگت کے معنی آج بھی اہلیانِ گلگت میں قبرستان کے مشہور ہیں کیونکہ گلگتہ کے پاس قبرستان تھا جہاں فلسطین میں مصلوب مجرموں کو دفن کیا جاتا تھا۔ گلگت کے معنی "کھوپڑی کی جگہ" ہیں۔ یہ نام اناجیل اربعہ کے آخری ابواب میں آیا ہے۔ جہاں حضرت مسیحؑ کو گلگوتھا کے مقام پر صلیب دیئے جانے کا ذکر ہے۔ بہت ممکن ہے کہ مسیح کے ماننے والوں نے اس دردناک واقعہ کی یاد میں اس علاقے کا نام گلگت رکھا ہو۔ معروف مؤرخ وسیاح البیرونی نے بھی اپنی کتاب الہند میں اس جگہ کو گلگت لکھا ہے۔

6 ٹیکسلا میں آرامی زبان کے کتبے

سرجان مارشل نے آرامی زبان کے کتنے بھی ٹیکسلا سے برآمد کیے تھے جو سابق جلاوطن یہودیوں اور خود مسیح علیہ السلام اور تھوما حواری کی بھی اصل زبان تھی اور ایسے کتبے افغانستان، ہزارہ وغیرہ کے قدیم آثار سے بھی ملے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ مسیح سے قبل جلاوطن یہودیوں کی آرامی زبان یہاں بولی اور لکھی جاتی تھی۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ قریباً آٹھ نوسو سال آرامی زبان شمال مغربی ہند کے علاقوں میں لکھی جاتی رہی ہے۔ دوسری صدی مسیحی میں سکندریہ عیسائی فلاسفر اور فاضل Pantaenus جب ہندوستان آیا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ یہاں یہودی النسل مسیحیوں کے پاس متی حواری کی انجیل موجود ہے۔

7 قرآن میں کشمیر کا لفظ نہ ہونا

سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں اس علاقے کا نام واضح طور پر کشمیر کیوں نہیں لکھا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس علاقے کے موجودہ نام کشمیر اور زمانہ مسیح میں کشیر نام موجودہ عہد کے لیے شناسا ہیں جبکہ زمانہ قدیم میں کشمیر کو کاسامرا، ستی سر، کسرپا وغیرہ بھی کہتے تھے۔ چونکہ نام سے ابہام واقع ہوسکتا تھا لہٰذا مصلحتِ الٰہی نے اس علاقے کا نام ہی ترک کرکے اس علاقے کی چند نمایاں صفات و خصوصیات بتادیں جو مسیحؑ کی ہجرت کے لیے صرف اسی علاقہ پر منطبق ہوتی ہیں۔ کیونکہ مسیحؑ کی قوم بنی اسرائیل اسی علاقہ میں آباد چلی آرہی تھی اور یہ لوگ گمشدہ اسرائیلی قبائل میں سے تھے اس لیے وحی الٰہی کے تحت حضرت مسیحؑ انہی قبائل کی جانب ہجرت کرگئے۔

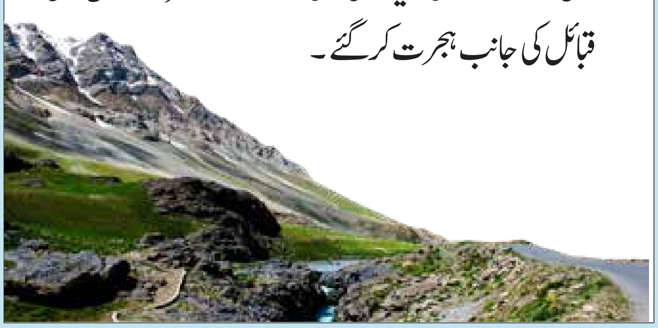

نکاح

عاطف وقاص
ٹورنٹو۔ کینیڈا

اس مضمون کو انصاراللہ کے لئے لکھنے کا مقصد والدین کو نکاح اور اس کی اہمیت سے متعلق دلائل میں مضبوط کرنا ہے ۔ عام طور پر والدین مروجہ رسمی طریقہ کار کو استعمال کرتے ہوئے ایک مخصوص انداز میں اپنے بچوں سے نکاح یا شادی سے متعلق بات کرتے ہیں جبکہ جدید تعلیم نے جہاں بہت سے فوائد پہنچائے ہیں وہاں کئی طرح کے جعلی فلسفے اور منطقیں بھی انسان کو سکھادی ہیں ۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ کسی اچھے کام کے لئے جھوٹ بولنے میں کوئی ہرج نہیں ۔ پس موجودہ دور کی تعلیم اور موحول سے جو خیالات دلوں میں پیدا کیے جارہے ہیں ان کے مقابلے کے لئے بھی لازمی ہے کہ والدین دلائل کے جدید طریقوں سے روشناس کروائے جائیں ۔

کہا جاتا ہے کہ شادی ایک قید ہے ۔ یہ انسان سے اس کی ساری آزادی چھین لیتی ہے ۔ شادی ایک بوجھ ہے ۔ یہ ذمہ داریوں کا بوجھ ہے ۔ شادی انسان کو رشتوں میں باندھ دیتی ہے اس کی ذاتی پسند ناپسند کو ختم کردیتی ہے ۔ یہ آوازیں بہت بلند ہوگئیں ہیں اور ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے ، ہر قوم اور مذہب سے تعلق رکھنے والے ، ہر ذات اور خاندان سے تعلق رکھنے والے ان آوازوں کو بلند کرتے دکھائی دیتے ہیں ۔ ان آوازوں کے بلند ہوجانے کی وجہ کیا ہے ۔ سادہ جواب ہے کہ آج کا انسان اپنے دورِ آزادی کو بڑھانا چاہتا ہے یعنی عمر کا وہ حصہ جس میں وہ کم سے کم اخلاقی پابندیوں کا سامنا کرے اور کم سے کم ذمہ داریوں کو اٹھائے اس دور کو دورِ غفلت و گناہ، زمانہ عیش وگمراہی بھی کہا جاسکتا ہے ۔ یعنی وہ زمانہ جس میں انسان جسمانی قویٰ کی طاقتوں کے عروج پر ہوتا ہے اور ان کے ذریعے وہ زیادہ سے زیادہ لذات حاصل کرنا چاہتا ہے ۔

اس کی ایک وجہ شعوری یا لاشعوری طور پر یہ خیال ہے کہ زندگی مختصر ہے جوانی اور عیش کے دن اس سے بھی زیادہ کم ہیں جب ایک بار عمر گزر گئی تو پھر سب ختم ہوجائے گا پس زیادہ سے زیادہ لطف اٹھا لیا جائے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعی سب ختم ہوجاتا ہے یعنی یہ تو حقیقت ہے کہ لذات، طاقتیں جوانی ختم ہوتے جاتے ہیں مگر کیا اس دور کے کیے ہوئے کاموں کے نتائج بھی ختم ہوجاتے ہیں ۔ کیا اس زندگی کے بعد واقعی کوئی اور زندگی نہیں ۔ کیا واقعی وقت کم ہے اور زیادہ سے زیادہ لذتیں حاصل کرلینی چاہیئں ۔ اگر ایسا ہے تو پھر جب سے دنیا بنی ہے مرنے کے بعد کی زندگی کا تصور کیوں موجود ہے ۔ جہنم اور جنت کے تصورات کیا ہیں ۔ یہ مضمون

ان سوالات کے جوابات مہیا نہیں کرے گا بلکہ قاری کو خود اپنے آپ سے یہ سوالات کرنے ہوں گے اور تحقیق کے ذریعے ان کے جوابات تلاش کرنے ہوں گے ۔ یہ مضمون انسانی اعمال یا کاموں کے منطقی نتائج پر بات کرے گا ۔اگر جوانی میں زیادہ سے زیادہ لطف اٹھانا درست ہے اور جس میں بظاہر کوئی مسلہ بھی نظر نہیں آتا اور اس دور کے کاموں کا کوئی اچھا یا برا نتیجہ نہیں نکلتا بلکہ عمر کے ساتھ ساتھ ان کاموں کے نتائج بھی ختم ہوجاتے ہیں اور ایک شریک حیات کی بجائے بہت سے من پسند عارضی شریک عیش تلاش کرنا درست ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ایڈز ان لوگوں کو لاحق ہوتی ہے جو ایسی ہی آزادی اور لطف کے قائل ہیں ۔ جنسی تعلقات کے نتیجے میں منتقل ہونے والی امراض کیا ہیں اور کیوں ہیں ۔ پس یہ بات غور طلب ہے کہ عمر ڈھلنے سے جوانی، طاقتیں ، لذتیں تو ماند پڑتی ہیں اور ختم بھی ہوجاتی ہیں مگر انسان کے کاموں کے نتائج کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ عمر بھر اس کے ساتھ چلتا ہے اور پھر مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔

دور جوانی ارتقائے ذہنی کا ایک پڑاؤ ہے ۔اس پڑاؤ کو طول دینے سے ہم اپنی شعوری ترقی میں تاخیر کرتے جائیں گے ۔ جب ہم تاخیر کے ساتھ شعوری ترقی کی اگلی منزل پر پہنچیں گے تو ہمارا وہی حال ہوگا جو اس طالب علم کا ہوتا ہے جسے حصول علم کا خیال بہت تاخیر سے آتا ہے ۔ اس کی آنکھیں تو ہوتی ہیں مگر نظر کمزور ہوچکی ہوتی ہے ۔ ارتکاز توجہ کی صلاحیت میں بہت نقصان ہوچکا ہوتا ہے۔ یادشوات کمزور ہونے کے باعث دن بھر کی مشقت کے بعد وہ علم کے دودھ کے چند قطرے ہی پی سکتا ہے باقی سب دودھ بہ جاتا ہے ۔ پس جسمانی لطف کے اس دور کو جسے حضرت مسیح موعودؑ نے اسلامی اصول کی فلاسفی میں نفسِ امارہ کے طور پر بیان فرمایا ہے طول دینے سے آپ ایک طرح کا لطف تو زیادہ حاصل کرلیتے ہیں مگر کئی طرح کے ذہنی ، شعوری ، روحانی لطائف سے محروم رہ جاتے ہیں ۔ یعنی اگر آپ تاخیر کے بعد تائب بھی ہوجائیں تو گزرا وقت بہرحال واپس نہیں آتا اور وقت گزرنے سے صرف یہی نہیں کے وقت گزر جاتا ہے بلکہ وقت دراصل وہ قوت ہے جو مادی اشیاء کی تخریب کرتا رہتا ہے تاکہ خالق کائنات کے حکم سے انہیں دوبارہ تعمیر کرسکے ۔ یعنی یہ نہیں کہ بس وقت گزر گیا بلکہ آپ کی طاقت کم سے کم ہوگئی ، دلچسپی ختم ہوگئی ، ہمت کمزور ہوگئی ، جسم میں طاقت نہ رہی عبادت کی ، مطالعہ کی ، تہجد کی ، جہاد کی ۔ پس نفس امارہ یا دور جوانی کو نکاح نہ کرکے طول دینے سے ایک فائدہ تو ہوتا ہے مگر نقصانات بہت ہوتے ہیں ۔ بہت سی ٹرینیں جو شعوری ارتقاء اور روحانی سرور کی وادیوں اور ملکوں کو جاتی ہیں وہ جاچکی ہیں ۔ پس منطقی لحاظ سے چاہے آپ گناہ کو گناہ نہ سمجھیں اور محض لطف اٹھانے کا فطرتی تقاضہ سمجھیں مگر اس کے منطقی لحاظ سے ہی بہت سے نقصانات ہوچکے ہوتے ہیں ۔

عام طور پر ہم اپنے لطف و عیش کے عارضی شریکوں سے اولاد پیدا نہیں کرتے کیونکہ وہ شریک آپ کو اس کی اجازت ہی نہیں دیتے کیونکہ اس طرح آپ ان کا دور عیش و عشرت ختم کردیں گے ۔ پس جب آپ گھر بنانے اولاد پیدا کرنے کا سوچتے ہیں تو آپ کافی عمر رسیدہ ہوچکے ہوتے ہیں جس کا اثر آپ کی اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت پر بھی پڑتا ہے ۔ پس آپ ایک ایسا پیڑ ہوتے ہیں جو بے موسم سا پھل دیتا ہے اس پھل کے ذائقے اور افادیت میں بہت فرق ہوتا ہے اس پھل سے جو اپنے موسم پر آئے اور خوب رسیلا اور مفید ہو۔ مزید یہ کہ عمر گزرنے اور طرح طرح کے جذباتی اور نفسیاتی تجربات اور ان کے لازمی دباؤ سے گزرنے کے بعد جب آپ نکاح کے ذریعے کسی کو اپنا مستقل شریک حیات بناتے ہیں تو اس کے لئے آپ کے پاس وہ توجہ ، دلچسپی اور تجسس باقی نہیں رہتا جو ایک خوبصورت تعلق میں ضروری ہوتا ہے اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ تجسس کا لطف اور لذت سے کتنا گہرا تعلق ہے یہی وجہ تھی کہ آپ نے دورِ عیش و عشرت یا نفسِ امارہ کے دور کو طول دیا تھا کیونکہ آپ بار بار تجسس بھرے ان تجربات سے گزرنا چاہتے تھے ۔ پس اب آپ تہی دست ہیں اور آپ کی محبت میں گرمجوشی اور تجسس نہیں ہے اس حالت کو بیان فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ’نفس امارہ میں یہ خاصیت ہے کہ وہ انسان کو بدی کی طرف جو اس کے کمال کے مخالف ہے اور اس کی اخلاقی حالتوں کے برعکس ہے جھکاتا ہے‘۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ 5)

یعنی نفس امارہ کے دور کو ارادتاً محض لطف و سرور کے لئے طول دینے سے آپ کے وہ کمالات یعنی طاقتیں ضائع ہوجاتی ہیں جو ایک شریک حیات کو اپنا گرویدہ بنانے اور اس کمال محبت کے نتیجے میں باصلاحیت اور نیک اولاد حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے آپ کا شریک حیات آپ سے بہت زیادہ متاثر نہیں ہوگا نہ ہی وہ آپ میں چاہنے کے باوجود اعلی درجے کی دلچسپی لے کر گھر میں محبت کی روح پیدا کرسکے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ زندگی روکھی پھیکی بے جان دن رات کا نام رہ جائے گی ۔ اس کا بھی آپ کی تحقیقات ، کاروبار ، اولاد سے تعلقات اور مقاصد پر منفی اثر پڑے گا اور آپ کی انفرادی اور خاندانی ترقی رک جائے گی ۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم گناہ سے تو بچتے ہیں ۔ کسی غیر محرم سے جنسی تعلقات بھی قائم نہیں کرتے ، عبادت بھی کرتے ہیں ، اخلاقی طور پر بھی ہم اچھے ہوتے ہیں مگر ہم بعض ذاتی تلخ تجربات کی روشنی میں نکاح نہ کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں ۔ جیسا کہ اپنے والدین یا بڑے بہن بھائیوں کی شادی کا ناکام ہوجانا یا ان کے درمیان تلخیوں کا ہونا لیکن یہ فیصلہ بھی دینی اور منطقی لحاظ سے درست نہیں کیونکہ اوّل نکاح کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور ہم اسے ٹال کر خدا تعالیٰ کی نافرمانی کے مرتکب ہوتے ہیں ۔ نکاح کرکے حضور ﷺ نے اپنی سنت سے اسے ہمارے لئے لازم کردیا ہے مگر ہم وہ بھی نہیں کرتے اس طرح ہم اسوہ حسنہ ﷺ سے دور ہوجاتے

> اگر انسان بغور جائزہ لے تو وہ اس سچائی تک پہنچ جائے گا کہ قصور نکاح یا شادی کا نہیں ہوتا بلکہ جہالت، جلد بازی اور مالی فوائد کی غرض سے بنائے جانے والے غیر مناسب رشتوں کا ہوتا ہے ۔

ہیں ۔منطقی لحاظ سے نکاح نہ کرکے ہم اپنی زندگی کا بہت خوبصورت دور تنہا گزاردیتے ہیں ۔ یعنی ہم اپنے دل و دماغ پر ظلم کرتے ہیں ۔ زندگی کے کئی حسین پہلوؤں سے محروم رہ جاتے ہیں ۔ جہاں تک اس منطق کا تعلق ہے کہ شادی کے نتائج بھیانک دیکھ کر ایک عقل مند انسان کو شادی سے اجتناب کرنا چاہیئے تو یہ منطقی نتیجہ توانسان کو ہر ترقی سے ہی روک دے گی ۔ انسانوں کی زندگی کی تمام سرگرمیوں کے نتائج اچھے بھی نکلتے ہیں اور برے بھی ۔ جیسے شادی کے بعد اولاد ایک انعام ہے اور ہر انسان کو اس کی خواہش ہوتی ہے مگر دماغی اور جسمانی لحاظ سے معذور بچے بھی توپیدا ہوتے ہیں ۔ توکیا اس خوف سے کہ کہیں میرا بچہ معذورپیدا نہ ہو جائے انسان اولاد کا سلسلہ ہی ترک کردے ۔اکثر پہاڑ کی چوٹیاں سر کرنے والے حادثات کا شکار ہوجاتے ہیں تو کیا انسان پہاڑ سر کرنے چھوڑ دے ۔ غرض صرف شادی کی بات نہیں ہے انسان کے ہر کام کا نتیجہ یا اچھا ہوتا ہے یا برا اور اس کا دارومدار ایک نہیں کئی عوامل پر ہوتا ہے ۔ مثلاً اگر شادی ہی بات کریں تو شادی کے برے نتائج کا بعض اوقات دونوں فریقوں میں سے کوئی بھی ذمہ دار نہیں ہوتا ۔ یعنی خود سے کوئی چیز اچھا یا برا نتیجہ پیدا نہیں کردیتی بلکہ اس میں بہت سے دیگر عوامل ہوتے ہیں جو اسے اچھا یا برا بناتے ہیں ۔ شادی شدہ افراد کے درمیان ہونے والے جھگڑوں میں یا برے نتائج میں ایسا ہی ہوتا ہے ۔ جیسے قوت فیصلہ کمزور ہو توانسان زیادہ حادثات کا سامنہ کرتا ہے اسی طرح انسانی رشتوں کو کامیابی سے نبھانے کے لئے بھی مضبوط قوت ارادی درکار ہوتی ہے ۔ پس اگر انسان بغور جائزہ لے تو وہ اس سچائی تک پہنچ جائے گا کہ قصور نکاح یا شادی کا نہیں ہوتا بلکہ جہالت، جلد بازی اور مالی فوائد کی غرض سے بنائے جانے والے غیر مناسب رشتوں کا ہوتا ہے ۔ نکاح اس قدر اہم اور فطری ضرورت ہے کہ نکاح کرتے وقت انسان کو ہر ممکن حد تک غیر جانبدار اور ہر لالچ سے پاک ہوکر یہ فیصلہ کرنا چاہیئے ۔کیونکہ فطری رشتوں کو بقا ہے مگر غیر فطری تعلقات کو بقا نہیں اور ایک ہم کفو رشتہ فطرت کے زیادہ قریب ہے ۔ یعنی جب ہم دنیاوی مفادات کے لئے بے جوڑ شادیاں کرتے ہیں تو ایک طرح سے ہم غیر فطری رشتہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں جو اکثر ٹوٹ جاتا ہے ۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

وَّخَلَقَ مِنۡہَا زَوۡجَہَا (سورۃ النسا: 2) یعنی آدم کے وجود میں سے ہی ہم نے اس کا جوڑا پیدا کیا جو حوّا ہے تا آدم کا یہ تعلق حوا اور اس کی اولاد سے طبعی ہو نہ بناوٹی اور یہ اس لئے کیا کہ تا آدم زادوں کے تعلق اور ہمدردی کو بقا ہو کیونکہ طبعی تعلقات غیر منفک ہوتے ہیں مگر غیر طبعی تعلقات کے لئے بقا نہیں ہے کیونکہ ان میں وہ باہمی کشش نہیں ہے جو طبعی میں ہوتی ہے ۔ غرض خدا نے اس طرح پر دونوں قسم کے تعلق جو آدم کے لئے خدا سے اور بنی نوع سے ہونے چاہیئے تھے طبعی طور پر پیدا کیے ۔

تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ النساء صفحہ 270

پس جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ہم جنس پرستی، یا عارضی جنسی تعلقات کی خاطر جو لوگ ساتھی بنتے ہیں ان میں کوئی مستقل فطری لگاؤ نہیں ہوتا محض عارضی شہوانی جذبات سے مغلوب ہوکر گویا ایک نشے کی سی حالت طاری رہتی ہے اور اس میں بھی ضمیر میں ایک خلش رہتی ہے جسے احساس گناہ یا غلط ہونے کا احساس کہا جاتا ہے ۔یہاں تک کہ ایسے تعلقات کے نتیجے میں جو بچے پیدا ہوتے ہیں انسان انہیں بھی اپنانے کے لئے تیار نہیں ہوتا اور اگر مغربی تہذیب اور دہریت کے زہر سے بیمار قومیں ایسے بچوں کو اپنا بھی رہی ہیں تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ان والدین اور ایسے بچوں کے درمیان قربانی، محبت اور خلوص کا وہ تعلق ہرگز موجود نہیں ہوتا جو نکاح کی صورت میں پیدا ہونے والی اولاد اور والدین میں ہوتا ہے بلکہ ایک اجنبیت طاری رہتی ہے جسے کارل مارکس Alienation بھی کہتا ہے گو اس کے مطابق یہ اجنبیت سرمایہ دارانہ نظام کے باعث پیدا ہوتی ہے مگر ایک معاشرتی نظام بھی معاشی نظام سے جڑا ہوتا ہے ۔ یہ ایک تفصیلی مضمون ہے تاہم قارئین انسانی فطرت اور فطری تعلقات کا موازنہ غیر فطری تعلقات سے کرسکتے ہیں اور یہ ایک کھلا تحقیقی دروازہ ہے ۔

اقتباس کے مشکل الفاظ کے معنی

آدم کے وجود میں سے ہی: عورت کو مرد کے جسم سے ایک ایسا تعلق ہے جیسے وہ اسی کے جسم کا ایک حصہ ہو ۔یعنی مرد اور عورت کا تعلق فطرت کے اصولوں پر قائم ہے ۔

بناوٹی: artificial/unreal/unnatural یعنی ایسی چیز یا تعلق جو خود بنایا جائے فطرتاً اسے بنانے کی خواہش نہ ہو ۔ جیسے ہم جنس پرستی، محض لذت کے حصول کے لئے بار بار مختلف انسانوں سے جنسی تعلقات قائم کرنا ۔ دراصل جنسی تعلقات کی بنیادی غرض نسل انسانی کا حصول ہے اور خدا تعالیٰ نے اس میں سکینت کے سامان بھی رکھ دیے ہیں تاکہ مرد کے دل میں عورت اور اولاد کے لئے ہمدردی، رحم اور محبت پیدا ہوجائے ۔ نیز اس کشش کے باعث انسانی معاشرے کو ایک ڈوری سے باندھ دیا ہے ۔

طبعی تعلقات غیر منفک ہوتے ہیں: یعنی جو تعلق فطرتی ہوتا ہے وہ کبھی اپنے اصل سے یا کل سے الگ نہیں ہوتا ۔

(بحوالہ الاسلام ڈاٹ کام)

پس یہ احمدی کی ذمہ داری ہے کہ اس سلامتی کے پیغام کو ہر طرف پھیلاتا چلا جائے ۔ ہر دل میں یہ بات راسخ کردے کہ اسلام تشدد کا نہیں بلکہ پیار اور محبت کا علمبردار ہے ۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ جون ۲۰۰۷ء)

ماسٹر صاحب! میرا بیٹا فیل ہو کر نہ آئے

فرید یوسف
میرکسم۔ بیلجیئم

جب میں پہلی کلاس میں سکول داخل ہوا تو میری امی جان نے میرے ماسٹر صاحب جن کو ہم کلاس میں استاد جی کہا کرتے تھے سے کہا کہ ماسٹر صاحب! آپ میرے بیٹے کی پڑھائی کا بہت خیال رکھیں اور کوشش کریں کہ میرا بیٹا فیل ہو کر نہ آئے۔ اس بات کا یہ اثر تو بہر حال ہوا کہ باوجود اس کے کہ میں کوئی نمایاں سٹوڈنٹ تو نہیں تھا لیکن سارے تعلیمی دور میں مَیں کبھی فیل نہیں ہوا (الحمدللہ)۔ یہ بات جو میری امی جان نے میرے استاد جی کو کہی تھی میرے ذہن کے کسی کونے میں بیٹھی رہی بظاہر میں اس بات کو بھول چکا تھا۔ اسی سال مارچ میں استاد جی سے ایک لمبے عرصہ کے بعد ملاقات ہوئی۔ استاد جی نے گھر کے حالات دریافت کیے اور میرے والدین کے بارہ میں پوچھا تو میں نے انتہائی دکھ سے اُن کو یہ خبر سنائی کہ والدین اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ اس خبر کو سن کر استاد جی کو دلی صدمہ ہوا اور سفید داڑھی کے پیچھے کی جھریوں میں آنسوؤں کی ایک لکیر اُن کے نورانی چہرہ پر چھپانے کی بہت کوشش کے باوجود مجھے نظر آگئی۔ میں تو یہ خبر سناتے ہوئے پہلے ہی غمگین تھا استاد جی کی یہ حالت دیکھ کر مجھ سے بھی برداشت نہ ہو سکا اور میرے آنسو بھی ضبط کا بندھ توڑ کر جاری ہو گئے۔

چند لمحوں بعد جب استاد جی کچھ کہنے کے قابل ہوئے تو بولے کہ بیٹا تمہیں یاد ہے تمہاری ماں نے تمہیں سکول داخل کرواتے ہوئے مجھے کیا کہا تھا؟ اس وقت وہ بات جو میرے ذہن کے کسی کونے میں موجود تھی جھٹ سے کمپوٹر میں کھولی جانے والی کسی پرانی فائل جس کا نام یاد نہ ہو لیکن مندرجات زبانی یاد ہوں کی طرح کھل کر میرے سامنے آگئی۔ میں نے کہا جی استاد جی مجھے یاد ہے اور آج تک اللہ تعالیٰ کے فضل اور بزرگوں کی دعاؤں کی بدولت میں کبھی کسی امتحان میں فیل نہیں ہوا۔ استاد جی میری بات سن کر خوش ہوئے اور بولے میں یہی چاہتا تھا کہ تمہیں یہ بات یاد ہو اب آگے کی بات مجھ سے سنو۔

بیٹا تمہاری ماں اپنا دنیاوی گھر چھوڑ چکی ہے۔ اور اپنے خالق حقیقی کے پاس اپنے مستقل گھر میں جا چکی ہے۔ اب تم نے کوشش کرنی ہے کہ جب تم اگلے جہان جا کر اپنی ماں سے ملو تو فیل ہو کر نہیں بلکہ پاس ہو کر ملو۔ سکول کی حد تک تو یہ میری زمہ داری تھی کہ میں تمہیں اتنی محنت کرواتا کی تم فیل نہ ہوتے لیکن اس دنیا کے امتحان میں تم نے اپنے اعمال کے ذریعہ پاس ہونا ہے اور اگلے جہان جا کر اپنی ماں کو اچھے نمبروں سے پاس ہو کر خوش کرنا ہے۔ استاد جی کی اس بات نے مجھ پر بہت گہرا اثر چھوڑا اس دن سے جب بھی مجھے یہ بات یاد آتی ہے تو بے اختیار منہ سے میاں محمد بخش صاحب کے کلام میں سے یہ شعر جاری ہو جاتا ہے۔

لے او یار حوالے رب دے میلے چار دناں دے
اس دن عید مبارک ہوسی جس دن فیر ملاں گے

غزل

میں محبت ہوں مجھے سنبھال رکھو
میں قدرت ہوں میرا استعمال رکھو
زیب نہیں دیتیں تمھیں اب شوخیاں
معتبر ہوں اس بات کا خیال رکھو
ڈھلی ہوں ازل سے تمھاری خاطر
اٹھاو ہاتھ مجھے اپنی ڈھال رکھو
کیوں ڈھونڈتے ہو دہر کی کتابوں میں
ودیعت ہوں بڑھاؤ ہاتھ نکال رکھو
میں سراسر فضل ہوں تمہاری خاطر
مجھے پہنو مجھے اوڑھو میرا جمال رکھو
چارہ گری سے گر تھک گئے ہو کاشف
اسوۂ محمد کی نگاہ میں مثال رکھو
محبت میں محمد کامل مصطفٰی ہیں
تم محبت میں احمد سا کمال رکھو

کاشف ریحان خالد
ہاسلٹ۔بیلجیئم

پرواز

شفیق الرحمٰن کی تحریرات سے

اب گپوں کا مقابلہ شروع ہوا ہمارے قواعد و ضوابط کی رُو سے ہرایک گپ اس فقرے سے شروع ہوتی تھی۔ حضرات! حقیقت افسانے سے کہیں دلکش ہوتی ہے اور اس فقرہ پر ختم ہوتی ہے یقین فرمائیے! حضرات! یہ میرا چشم دید واقعہ ہے۔ایک سے ایک بڑھ گپ ہانکی گئی۔ ججوں نے فیصلہ کیا، بہترین گپیں یہ قرار دی گئیں۔

رستم علی ریچھ :۔ایک روز سمندر کے کنارے وہیل مچھلیاں پکڑ رہاتھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص سمندر میں کُودنے کی تیاری کررہا ہے۔غالبًا خودکشی کے سلسلے میں۔اتنے میں ایک راہ گیر نے اُسے دوڑ کر پکڑ لیا اور وجہ پوچھنے لگا وہ شخص راہگیر کو ایک طرف لے گیا دونوں کچھ دیر گفتگو کرتے رہے اس کے بعد دونوں کنارے پر گئے اور اکٹھے سمندر میں کود گئے۔

شیطان :۔آج کل میں بندوق خوب چلاتاہوں میرے نشانے کا اندازہ اس سے ہوسکتاہے کہ کل میں نے ایک گولی چلائی اور دوسری گولی سے پہلے کے ٹکڑے اُڑادیے۔

لومڑی چند جڑاؤ:۔ہمارے ہاں ایک بہت پرانا کلاک ہے اُس کے پنڈولم کا سایہ پر دس سال سے پڑرہاہے اور دیوار پر سائے کا نشان پڑگیاہے۔

حکیم عمر عیّار :۔جب میں گھوڑے پر سوار ہوکر کوہ ہمالیہ کی سیر کررہاتھا تو شام کو میں نے برف پر ایک درخت کے نیچے بستر لگایا اور گھوڑے کو درخت سے باندھ کر سوگیا۔علی الصبح کیا دیکھتا ہوں کہ برف پگھل چکی ہے، میں درخت کی چوٹی پر بیٹھا ہوں اور گھوڑا ٹہنوں سے لٹک رہاہے۔

اس کے بعد کھانے کا پروگرام تھا سب ہاتھ دھونے چلے شیطان نے دوسرے کمرے سے چلا کر کہا۔جلدی کیجیئے میرا جی للچا رہاہے کہیں آپ کو کھانے سے ہاتھ نہ دھونے پڑیں۔

رفیق احمد ہاشمی۔آلکن،بیلجیئم

اے ذو المنن شکر و سپاس

آج بیٹھے بیٹھے تاریخ دیکھی تو بہت کچھ یاد آگیا۔ آج سے 34 سال قبل اسی روز میں بہت کچھ چھوڑ کر گھر سے پردیس کو نکلا تھا۔ محض چند گھنٹوں میں میرا بہت کچھ بدل گیا۔ میرا گھر، میری گلی محلہ، میرا شہر ملک اور نجانے کیا کیا۔ ماں، باپ، بہن، بھائی، یار دوست، بزرگ سب کے درمیان ہزاروں میل آگئے۔ زبان بدل گئی تو آوازیں بھی بدل گئیں، جگہ کیا بدلی کھانے بھی بدل گئے۔ ہر گلی کونے اور کوچے سے واقفیت یک لخت ایک نئی جگہ پر انجان نظر آنے لگی۔ بہت مشکل لگا سب کچھ مگر پھر آہستہ آہستہ ہم نے بھی اس میں خود کو عادی بنا لیا۔ مگر حیرت اس وقت ہوئی جب پونے نو سال بعد واپس تو گھر، ماں، باپ، رشتے دار تو سب ملے مگر میرا ملک، شہر، محلہ، گلیاں، دوست، بزرگ اور بہت کچھ سب بدل چکے تھے۔ میں ایک بار پھر گھر میں پردیسی تھا اور سوچتا ہوں کہ اب پہلی جگہ پر پردیسی ہوں یا جہاں اب ہوں وہاں پردیسی (آپ بھی سوچ کر بتائیں) لیکن ایک بات دونوں جگہوں پر مزے کی ہے۔ جب بھی پرانی باتوں کا ذکر آتا ہے تو پہلا گھر، محلہ، شہر اور ملک کو یاد کر کے عجب سرور آتا ہے۔ کبھی اس وقت پہ فخر کرتا ہوں کبھی غمگین بھی ہو جاتا ہوں۔ پھر اب کے وقت کو دیکھتا ہوں تو یہ بھی خدا کی خاص عطا خیال کرتا ہوں۔ میرے خدا نے ماضی میں بھی مجھے بہت خوش رکھا اور حال میں بھی۔ مجھے اپنے ماں، باپ عزیز و اقارب، یار دوست پڑوسی بزرگ جن سے بھی تعلق رہا سب پر فخر ہے اور آج بھی جن سے تعلق ہے ان پر بھی۔ یہ 34 سال ابھی کی بات لگتی ہے بچپن پرسوں اور آج لکھ رہا ہوں آئندہ کا وقت پھر کل ہوگا۔ بس یہ ہے میری زندگی اللہ میرے سے آئندہ بھی ایسے ہی پیار کرتے رہنا۔ تیرے احسان بہت ہیں اور بہت ابھی چاہئیں۔ ہاں یہ بتا دوں میرے اللہ نے بہت سے بہن بھائی عزیز و اقارب دوست بزرگ پردیس میں دوبارہ اکٹھے کر دیئے۔ شہر بھی پرانے شہر کی کچھ مناسبت والا دے دیا۔ واہ کیا بات ہے محمود تیری۔ تیرا ربّ تجھ پر کتنا مہربان ہے۔ کس طرح تیرا کروں اے ذو المنن شکر و سپاس

محمود احمد ناصر
جرمنی

ریجنل اجتماع مجلس انصاراللہ ریجن لمبرگ

محض خدا کے فضل سے یکم مئی بروز سوموار مجلس انصاراللہ لمبرگ کو اپنا ریجنل اجتماع بیت الرحیم آلکن میں منعقد کرنے کی توفیق ملی الحمدللہ مرکز سے ریجنل اجتماع کی اطلاع موصول ہونے کے بعد ریجنل ناظم اعلی جناب وسیم احمد جنجوعہ صاحب نے اجتماع کے انتظامات سنبھالنے کے لیے ریجن کے تمام زعماء کرام سے رابطہ کیا اور انتظامی امور کو سنبھالنے کے لیے ایک نشست کا اہتمام کیا جس میں تمام زعماء کرام سے باہم مشورہ کے بعد ریجنل اجتماع کے انعقاد اور انتظامات کی منصوبہ بندی کی گئی اور انتظامات سنبھالنے کے فرائض مجالس کے سپرد کئے گئے بعد میں بھی زعماء کرام سے فون پر وقتاً فوقتاً ان کی رہنمائی کی خاطر رابطہ کیا گیا

اجتماع کا آغاز صبح 10 بجے رجسٹریشن اور ناشتے سے ہوا اس کے بعد افتتاہی اجلاس کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا عہد اور نظم کے بعد مرکزی نمائندہ جناب افظال احمد توقیر صاحب نائب صدر صف دوم مجلس انصاراللہ بیلجیئم نے اپنی پر حکمت نصائح سے نوازا اور دعا کروائی دعا کے بعد ورزشی مقابلاجات کا آغاز ہوا جس میں میوزیکل چیئر کلائی پکڑنا نشانہ بازی فٹ بال گولا پھینکنا دوڑ اور تیز چلنا کے مقابلاجات شامل تھے اس کے بعد انصار بھائیوں کی خدمت میں دوپہر کا کھانا پیش کیا گیا ظہر کی نماز کے بعد علمی مقابلاجات کا آغاز ہوا علمی مقابلاجات میں تلاوت حفظ قرآن قصیدہ نظم تقریر اور تقریر فی البدیہہ کے مقابلاجات ہوئے علمی مقابلاجات کے اختتام پر انصار بھائیوں کی خدمت میں عصرانہ پیش کیا گیا اس کے بعد اختتامی اجلاس اور تقسیم انعامات کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن مجید سے ہوا عہد اور نظم کے بعد سیکرٹری اجتماع نے رپورٹ برائے ریجنل اجتماع مجلس انصاراللہ لمبرگ پیش کی تقسیم انعامات کے بعد مرکزی نمائندہ جناب افضال احمد توقیر صاحب نائب صدر صف دوم مجلس انصاراللہ بیلجیئم نے مالی قربانی کی طرف اپنے نصائح سے توجہ دلائی آخر پر مربي سلسلہ مکرم حسیب احمد صاحب نے دعا کروائی اجتماع میں قائد مال جناب عبدالباسط بھٹی صاحب نے بھی بطور مرکزی نمائندہ شرکت کی اور ورزشی مقابلاجات میں بطور ریفری اور علمی مقابلاجات میں بطور جج ہماری معاونت فرمائی اسی طرح نائب صدر صف دوم مجلس انصاراللہ بیلجیئم نے اور مربي سلسلہ مکرم حسیب احمد صاحب نے بھی دوران اجتماع مختلف مقابلاجات میں بطور جج ہماری معاونت فرمائی الحمدللہ ہم اپنے مہمانوں اور تمام انصار بھائیوں کے شکرگزار ہیں جنہوں نے اجتماع میں شامل ہوکر ہمارے اجتماع کی رونق بڑھائی جزاک اللہ احسن الجزاء۔ اجتماع میں مہمانوں کے علاوہ انصار بھائیوں کی تعداد 33 رہی

(کاشف ریحان خالد۔ سیکرٹری ریجن اجتماع مجلس انصاراللہ لمبرگ)

on OnePlus

ریجنل اجتماع مجلس انصار اللہ ریجن براباں

محض اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے مجلس انصار اللہ ریجن براباں کو مورخہ 4 مئی 2023ء بروز اتوار بیت الاسلام مشن ہاوس میں اپنا ایک روزہ اجتماع منعقد کرنے کی توفیق ملی الحمدللہ ثمہ الحمدللہ۔

2 اپریل کو مکرم محترم صدر صاحب مجلس انصاراللہ بیلجیئم سے آن لائن میٹنگ ہوئی ۔ اس میٹنگ میں مرکز کی طرف سے ریجنل اجتماع منعقد کرنے کی ہدایت ملی۔اس کے بعد چاروں مجالس کے زعما صاحبان کے ساتھ وقتاً فوقتاً آن لائن اور فزیکل میٹنگ کرکے کے 14 مئی کو ریجنل اجتماع منعقد کرنے کا پروگرام بنایا گیا اور ااجتماع کے سلسلہ میں مختلف مجالس کی مختلف ڈیوٹیاں لگائی گئیں ۔ اجتماع کی کامیابی کے لیے حضور انور کی خدمت اقدس میں دعائیہ خط لکھا گیا۔

مورخہ 14 مئی کو صبح 9 بجے انصار بھائیوں کی مشن ہاوس آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا مکرم و محترم صدر صاحب مجلس انصر اللہ بیلجیئم بھی ساڑھے نو بجے تشریف لے آئے۔ 9 بجے رجسٹریشن کا آغاز ہو گیا۔ 10:45 پر اجتماع کا باقاعدہ آغاز مکرم محترم صدر صاحب مجلس کی زیر صدارت تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔صدر صاحب مجلس نے افتتاحی خطاب فرمایا اس کے بعد محترم نائب امیر صاحب نے دعا کروائی اس کے بعد علمی مقابلہ جات کا باقاعدہ آغاز ہو گیا۔علمی مقابلہ میں تلاوت ، نظم ،حفظ قرآن اور اردو تقریر کے مقابلہ جات شامل تھے۔ علمی مقالہ جات میں انصار بھائیوں نے زوق و شوق سے حصہ لیا۔ اور علمی مقابلہ جات کا اختتام پونے دو بجے ہوا اس کے بعد کھانے اور نماز کا وقفہ ہوا۔

کھانے اور نماز کے بعد پونے تین بجے ورزشی مقابلہ جات کا آغاز ہوا ورزشی مقابلہ جات میں والی بال، گولا ،رسہ کشی اور کرکٹ کے مقابلہ جات شامل تھے ۔ورزشی مقابلہ میں انصار بھائیوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ۔ورزشی مقالہ جات تقریباً پونے چھ بجے شام تک جاری رہے۔ اس کے بعد آخری سیشن کا آغاز مرکزی نمائندہ محترم قائد صاحب تبلیغ کے زیر صدارت شروع ہوا۔ سٹیج پر محترم مرکزی نمائندہ، نائب امیر صاحب اور محترم مربی صاحب تشریف فرما تھے۔ تلاوت عہد نظم کے بعد مقابلہ جات میں پوزیشنز لینے والے انصار بھائیوں اور ٹیموں کو انعامات دیئے گئے اس کے بعد مکرم قائد صاحب تبلیغ نے اختتامی خطاب فرمایا اور بعد میں مکرم و محترم مربی صاحب نے دعا کروائی۔ مختلف مواقع پر ترجمانی کے فرائض محترم مربی صاحب محترم نائب امیر صاحب نے ادا کئے ۔

اجتماع کی ٹوٹل حاضری 61 رہی جس میں 4 عرب بھائی بھی شامل تھے اور چار مہمان تھے۔یوں خدا کے فضل سے پونے 7 بجے شام اجتماع اختتام پذیر ہوا

اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیر مساعی کو قبول فرمائے آمین۔

(محمود احمد ناصر ریجنل ناظم اعلیٰ مجلس انصار اللہ ریجن براباں)

REGIONAL IJTMA

ریجنل اجتماع مجلس انصاراللہ ریجن انٹورپن

اللہ تعالی کے فضل سے ۱۴ مئی بروز اتوار مجلس انصاراللہ ریجن انٹورپن کو اپنا ریجنل اجتماع مشن ہاوس انٹورپن میں منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ الحمدللہ

ریجنل ناظم اعلی مکرم محمد اعظم بھاگٹ صاحب نے اجتماع کے انتظامات کے لیے ریجن کے تمام زعماء سے رابطہ کیا اوراجتماع کو کامیاب بنانے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی اور اراکین کمیٹی کو ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ انتظامی امور کو سرانجام دینے کے لئے ایک میٹنگ کا اہتمام کیا جس میں تمام زعماء سے باہم مشورہ کے بعد ریجنل اجتماع کے انتظامات کی منصوبہ بندی کی گئی۔

اجتماع کا آغاز صبح گیارہ بجے رجسٹریشن اور ناشتے سے ہوا۔ اس کے بعد سپورٹس ہال لخت بال میں افتتاحی اجلاس زیر صدارت مرکزی نمائندہ مکرم منور احمد بھٹی صاحب نائب صدر مجلس انصاراللہ بیلجیئم سے ہوا۔ آپ نے چند نصائح سے نوازا اور دعا کروائی۔ دعا کے بعد ورزشی مقابلہ جات کا آغاز ہوا جس میں فٹ بال، والی بال، رسہ کشی اور دوڑ کے مقابلہ جات شامل تھے۔ اس کے بعد دو بجے انصار کی خدمت میں دوپہر کا کھانا پیش کیا گیا۔ ظہر و عصر کی نماز کے بعد علمی مقابلہ جات کا آغاز ہوا علمی مقابلہ جات میں تلاوت قرآن کریم، نظم، تقریر اور تقریر فی البدیہہ کے مقابلہ جات ہوئے علمی مقابلہ جات کے اختتام پر انصار بھائیوں کی خدمت میں چائے پیش کی گئی۔ اس کے بعد اختتامی اجلاس اور تقسیم انعامات کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن مجید سے ہوا عہد اور نظم کے بعد سیکرٹری اجتماع چودھری طاہر احمد گِل نے رپورٹ برائے ریجنل اجتماع مجلس انصاراللہ انٹورپن پیش کی۔ تقسیم انعامات کے بعد صدر صاحب مجلس انصاراللہ بیلجیئم نے اپنے اختتامی خطاب میں مالی قربانی کے بارے اور ایک ناصر کی ذمہ داری اور تربیتی امور کے بارے نصائح کیں اور اجتماع انتظامیہ کا شکریہ ادا کیا۔ اختتامی دعا کے ساتھ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

(چوہدری طاہر احمد گِل۔ سیکرٹری ریجن اجتماع مجلس انصاراللہ انٹورپن)

ریجنل اجتماع مجلس انصاراللہ ریجن لیئج

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجلس انصار اللہ ریجن لیئج کا ایک روزہ ریجنل اجتماع مورخہ 30اپریل 2023 بروز اتوار کو Ephata Hall eupen میں منعقد ہوا۔

تیاری اجتماع:

حضور انور کی خدمت میں خط لکھا گیا جس میں اجتماع کی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کی گئی۔ صدر صاحب مجلس انصار اللہ بیلجیئم کی زیر نگرانی اجتماع کی تیاری کی گئی۔ زعماء صاحبان مجلس ایوپن اور مجلس لیئج کے ساتھ مل کر اجتماع کو آرگنائز کرنے کے لئے ٹیم بنائی گئی۔ اجتماع کے پروگرام کے لئے پلاننگ کی گئی۔ مقابلہ جات کے لئے ججز مقرر کیے گئے۔ اور ڈیوٹیز لگائی گئیں۔ انعامات کے لئے خوبصورت فوٹو فریم اور کھجوروں کے ڈبے خریدے گئے۔

انصار کی سو فیصد شمولیت اور اجتماع کے مقابلہ جات میں حصہ لینے کے لیے زعماء صاحبان محترم تنویر صاحب اور محترم امداد صاحب نے احسن کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزاء عطا فرمائے آمین۔

اجتماع کے آغاز سے پہلے تمام کاغذات، ججمنٹ فائلز بالترتیب تمام مقابلہ جات تیار کی گئیں۔

کاروائی اجتماع:

محترم اظہر الدین خندکر صاحب قائد تبلیغ کی زیر صدارت ریجنل اجتماع کا آغاز تلاوت قرآن پاک، عہد، افتتاحی تقریر اور دعا سے ہوا۔

پھر فوراً علمی مقابلہ جات شروع ہوئے۔ حسن قرآت، حفظ قرآن، نظم، فی البدیہہ تقاریر نیز اردو اور بنگلہ تقاریر کے مقابلہ جات ہوئے۔

بعد ازاں وقفہ برائے نماز ظہر اور لنچ کے بعد ورزشی مقابلہ جات کے لئے درجہ ذیل مقابلہ جات کروائے گئے۔ کلائی پکڑنا۔ نشانہ بازی اور میوزیکل چیئرز۔

اختتامی تقریب کا آغاز اور تقسیم انعامات، محترم شاہد محمود صاحب قائد عمومی (مرکزی نمائندہ) کی زیر صدارت ہوا۔ محترم افضال احمد توقیر صاحب (نائب صدر صف دوئم) نے مالی قربانی پر روح پرور خطاب کیا۔

تقسیم انعامات کے بعد محترم شاہد محمود صاحب نے خطاب کیا اور دعا کروائی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اجتماع ریجن لیئج کامیابی سے اختتام پذیر ہوا الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ مجلس انصاراللہ ریجن لیئج کو بہترین جزاء عطا فرمائے جنہوں نے اجتماع کے لیے بھرپور تعاون کیا۔

اس بابرکت اجتماع میں مجلس انصاراللہ ایوپن کے 6، مجلس انصار اللہ لیئج کے 6 انصار شامل ہوئے۔ اس کے علاوہ 2 مہمان بھی شامل ہوئے چنانچہ ٹوٹل حاضری 14 رہی۔ الحمدللہ

(فضل محمد خان طلحہ:۔ ریجنل ناظم اعلیٰ مجلس انصار اللہ ریجن لیئج)

سالانہ اجتماع 2023ء

مجلس انصاراللہ بیلجیئم

اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم کے طفیل اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری اور دعاوں کے ساتھ مجلس انصاراللہ بیلجیئم کو اپنا 27 واں سالانہ اجتماع مورخہ 24۔25 جون 2023ء کو بیت الرحیم آلکن میں منعقد کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔

اس اجتماع کے انعقاد کے لئے اجتماع کمیٹی کا قیام و منظوری مورخہ 9 اپریل 2023ء کو نیشنل عاملہ مجلس انصاراللہ کے اجلاس میں دی گئی۔ جس کے بعد وسیم احمد شیخ صاحب صدر مجلس انصار اللہ بیلجیئم نے حضور انور کی خدمت میں خط لکھ کر اجتماع منعقد کرنے کی منظوری حاصل کی۔ 14 اپریل کو ناظم اعلیٰ اور سیکٹریان اجتماع کے ساتھ آن لائن میٹنگ ہوئی جس میں 4 نائب ناظمین اعلیٰ کا تقرر کیا گیا اور تمام ناظمین کے نام تجویز کئے گئے اسی طرح اجتماع کمیٹی کی دوسری آن لائن میٹنگ مورخہ 24 اپریل کو ہوئی جس میں تمام ناظمین کے ناموں کو فائنل کیا گیا۔ اجتماع کی پلاننگ اور انتظامات کا جائزہ لینے کے لئے اجتماع کمیٹی کے اس دوران 2 اجلاسات ہوئے جس میں اجتماع کے انعقاد کے لئے انتظامات کا جائزہ اور مختلف کاموں کی کمیٹی سے منظوری حاصل کی جاتی رہی۔ اجتماع کی ہر لحاظ سے کامیابی کے لئے پیارے آقا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں دعائیہ خط تحریر کیا گیا۔ دوران اجتماع جملہ انتظامات کی انجام دہی کے لئے محترم امیر صاحب کا ہر ممکن تعاون حاصل رہا۔ جزاکم اللہ واحسن الجزاء

صدر صاحب انصاراللہ نے جملہ انتظامات پر قدم قدم پر رہنمائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجر عظیم سے نوازے، آمین۔

پروگرام کے مطابق سالانہ اجتماع کا آغاز بروز ہفتہ افتتاحی سیشن سے شروع ہوا جس کی صدارت محترم ڈاکٹر ادریس احمد صاحب امیر جماعت بیلجیئم نے کی۔ تلاوت، نظم اور محترم امیر صاحب کے خطاب کے بعد علمی مقابلہ جات جات ہوئے۔ جن میں انصار بھائیوں نے بھرپور حصہ لیا۔ دوپہر کے کھانے اور نمازوں کی ادائیگی کے بعد انصار سپورٹس حال روانہ ہوئے جہاں مجالس اور ریجنز کی ٹیموں کے درمیان کھیلوں کے مقابلہ جات شام 7 بجے تک جاری رہے۔ تمام ٹیموں نے مقابلوں میں بھرپور حصہ لیا۔ اسی روز شام 9 بجے مکرم حسیب احمد صاحب مربی سلسلہ نے تربیتی لیکچر اجتماع کے Theme رُحماء بینھم کے متعلق پیش کیا۔

اجتماع کے دوسرے دن باجماعت نماز تہجد، نماز فجر اور درس القرآن کا اہتمام کیا گیا۔ ناشتہ کے بعد 10 بجے علمی مقابلہ جات کروائے گئے جس میں اردو، بنگلہ کے تقریری مقابلہ جات ہوئے۔ اس کے بعد مجلس انصار اللہ بیلجیئم کا دوستانہ والی بال میچ مجلس خدام الاحمدیہ کے ساتھ انتہائی دلچسپ مقابلہ ہوا، جس میں مجلس انصار اللہ کی ٹیم فاتح قرار پائی۔ اس کے بعد سپورٹس کے بقیہ مقابلہ جات ہوئے۔ نماز ظہر و عصر کی ادائیگی کے بعد مرکزی مہمان مکرم مبارک احمد تنویر صاحب مربی سلسلہ کے ساتھ سوال و جواب کی ایک نشت منعقد کی گئی۔ اس کے بعد سرائے ناصر کے متعلق ڈاکومینٹری مکرم منور احمد راجپوت بھٹی صاحب نے پیش کی۔

آخر میں بیت بازی کا دلچسپ مقابلہ ہوا جس کو انصار بھائیوں نے بہت پسند کیا۔ اس کے بعد اختتامی سیشن کا آغاز تلاوت قرآن سے ہوا۔ عہد انصار اللہ، نظم اور تقسیم انعامات کے بعد مہمانوں نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ بعد ازاں مکرم وسیم احمد شیخ صدر انصار اللہ بیلجیئم نے تقریر کی۔ آخر میں مکرم مبارک احمد تنویر مربی سلسلہ جرمنی و مرکزی مہمان نے روح پرور خطاب کیا جس کو شاملین اجتماع نے شوق سے سنا۔ اور آخر میں محترم مربی صاحب نے دعا کروائی۔

الحمدللہ امسال ہمارے اس اجتماع میں مکرم سید سہیل احمد صدر مجلس انصار اللہ فرانس اپنے وفد کے ساتھ شامل ہوئے اور اسی طرح مکرم مبارک احمد شاہد صاحب صدر مجلس انصار اللہ جرمنی اور ان کے ساتھ دو اراکین مجلس انصاراللہ بھی شامل ہوئے۔ احسن الجزاء

اس سال علم انعامی مجلس انصار اللہ برسلز ایسٹ کو ملا اور دوسرے نمبر پر مجلس لئیج رہی۔ مکرم مبشر احمد صاحب مجلس میر کسم سال کے بہترین ناصر قرار پائے۔ اللہ تعالیٰ ان کو یہ اعزاز مبارک کرے۔

امسال اجتماع میں اطفال کو بھی شرکت کے لئے دعوت دی گئی۔ اس کا مقصد انصار بھائیوں کا ان کے بچوں کے ساتھ تعلق کو مزید بہتر بنانا تھا۔ اس موقع پر اطفال کے لئے کھیلوں کا انتظام کیا گیا اور والدین اور بچوں کی ٹیموں کے مابین مقابلہ مشاہدہ معائنہ کروایا گیا۔ جس میں پہلی پوزیشن عزیزم فاران قدوس ولد قدوس احمد صاحب مجلس آلکن نے حاصل کی اور عزیزم طاہر احمد ولد ملک محمد عارف صاحب مجلس ہاسلٹ دوسرے نمبر پر رہے۔ اجتماع کی دو دنوں کی حاضری میں انصاراللہ (180)، اطفال (31)، مہمان (41) شامل ہوئے۔ مجموعی حاضری 252 رہی۔ الحمدللہ

اللہ تعالیٰ تمام شاملین اجتماع، مہمانان گرامی، انتظامیہ اور کارکنان اجتماع کو ان کی خدمت کا بہترین اجر عطا فرمائے، آمین

(شاہد محمود سیکرٹری سالانہ اجتماع مجلس انصاراللہ بیلجیئم)

27th ANNUAL IJTEMA 24th, 25th JUNE 2023
MAJLIS ANSARULAH BELGIUM

27th ANNUAL IJTEMA 24th, 25th
2023
MAJLIS ANSARULAH B
RODE

27th ANNUAL IJTEMA 24th, 25th JUNE 2023
MAJLIS ANSARULAH BELGIUM

MAJLIS ANSARULLAH BELGIUM

الا بذكر الله تطمئن القلوب

بذكر الله تطمئن القلوب

ANNUAL IJTEMA 24th, 25th JU
ANSARULAH BE

27th ANNUAL IJTEMA 24th, 25th JUNE 2023
MAJLIS ANSARULAH BELGIUM

27th ANNUAL IJTEMA 24th, 25th JUNE 2023
MAJLIS ANSARULAH BELGIUM

BELGIUM

27th ANNUAL IJTEMA 24th, 25th JUNE 2023
MAJLIS ANSARULAH BELGIUM

27th ANNUAL IJTEMA 24th, 25th JUNE 2023